حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع أکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

تحقیقی، علمی و اصلاحی

اشاعت نمبر ٦

رسالہ

دِفاعِ اَسلاف

ھند

فہرست مضامین

زیرِ سرپرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتھم

سلسلۃ دفاع فضائل اعمال ٦

حضرت جبریلؑ کا ایک بزرگ کو پانی پلانا کے واقعہ پر اعتراض کا جواب۔

-مولانا عبدالرحیم قاسمی

- ڈاکٹر شہاب علوی

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

حسن بن حیؒ کہتے ہیں کہ میرے بھائی علیؒ کا جس رات میں انتقال ہوا انھوں نے مجھے آواز دے کر پانی مانگا، میری نماز کی نیت بندھ رہی تھی، میں سلام پھیر کر پانی لے کر گیا، وہ فرمانے لگے کہ میں تو پی چکا، میں نے کہا: آپ نے کہاں سے پی لیا، گھر میں تو میرے اور آپ کے سوا کوئی اور ہے نہیں؟ کہنے لگے کہ حضرت جبرئیلؑ ابھی پانی لائے تھے، وہ مجھے پانی پلا گئے اور یہ فرما گئے کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں میں ہیں جن پر حق تعالیٰ شانہٗ نے انعام فرما رکھا ہے۔ (یہ قرآنِ پاک کی ایک آیتِ شریفہ کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ نساء کے نویں رکوع میں ہے {وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ} (الآیۃ) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ شانہٗ اور اس کے رسول ﷺ کی اِطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انعام فرما رکھا ہے، نبیین، صدیقین، شُہدا اور صالحین سے)۔

(فضائل اعمال:ج۲: فضائل صدقات : ص ۴۸۱، طبع دہلی)

اہل حدیث مبلغ معراج ربانی صاحب اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ایک اور واقعہ بڑا عجیب و غریب، اللہ اکبر، اور میری سمجھ میں نہیں آتا، میں سمجھتا ہوں **یہ لوگ یہودی تھے کیا** ؟ **یہ لکھنے والے یہودی ہیں** ؟ یہ **تبلیغی جماعت والے یہودی ہیں** ؟ **نصرانی ہیں** ؟ کیا ہیں یہ؟ مجھے تو یقین نہیں آتا ہے،

میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح سے عبد اللہ بن سبا نے اسلام کا چولہ پہن کر مسلمانوں کو گمراہ کیا، اور حضرت علی کے بارے میں لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ دیکھو! حضرت علی جو ہیں وہی نبی بننے والے تھے، یا حضرت علی الوہیت کے مقام

ودرجہ پر بیٹھے ہوئے ہیں، **میں سمجھتاہوں کہ یہودی لباسوں میں، یہودیوں نے اسلام کالباس اوڑھ کرکے، تبلیغی لباس اوڑھ کرکے اب مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر ڈاکہ ڈالناشروع کیاہے**، ورنہ یہ شیخ الحدیث ہیں،

اللہ کی قسم، صفحہ ۴۸۰ کھولیں، نہایت ادب واحترام سے اور واقعہ پڑھیں، صفحہ ۴۸۰ کا، کہتے ہیں: حسن بن حي کہتے ہیں کہ میرے بھائی علی جو تھے ان کا جس رات میں انتقال ہوا، انہوں نے مجھے آواز دے کر پانی مانگا، میری نماز کی نیت بندھ رہی تھی، میں سلام پھیر کرپانی لے کر گیا، چونکہ نیت باندھ لی تھی، اس لئے انہوں نے پانی مانگالیکن میں نماز میں تھا، سلام پھیر کرپانی لے کرکے گیا، وہ فرمانے لگے میں توپی چکاہوں، وہ فرمانے لگے میں پی چکا، زکریاصاحب لکھتے ہیں: پھراس بزرگ نے کہا: میں نے کہا: آپ نے کہاں سے پی لیا؟ گھر میں تومیرے اور آپ کے سوااور ہے نہیں، ارے ایک تو میں ہوں یاآپ ہیں، اور ہم دونوں کے سواتوکوئی گھر میں ہے نہیں، کہنے لگے،

مسلمانو! ذراتوجہ سے میری گفتگو سنو، اور آپ کی توجہ چاہتاہوں، اور میرے تبلیغی بھائیو! اس دل اوپر ہاتھ رکھ کے ذرا آپ بھی سوچو جس دل سے آپ حق ہو، حق ہو، حق ہو کے نعرے اور تسبیح گنتے ہیں، آپ کے ایمان کو میں آواز دے رہاہوں اور انصاف کو آواز دے رہاہوں، جس بات پر تم ربانی کو گالیاں دیتے ہواور کہتے ہو کہ یہ ہمارے بزرگوں کی دھجیاں بگاڑرہاہے، ہمارے بزرگوں کی قلیّاں کھول رہاہے، ہمارے بزرگوں کے پول کھول رہاہے، ع

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
تحریر سے دیکھاتوعمامہ کے سواہیچ

سوائے فخر الاماثل، زبدۃ الاماثل حضرت، مولانا، الحاج، الحافظ، المحدث محمد زکریاصاحب مدظلہ، شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، دیوبند، اس کے علاوہ ہمیں ان میں کچھ نظر نہیں آتاہے، یہ کفر کاعقیدہ دیکھو، تبلیغی جماعت والے بھائیو! کفر دیکھو کفر، یہ دیکھو، **ہم مسلمانوں کایہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس دنیامیں تھے جب تک تھے تب تک جبریل آیاکرتے تھے، آیاکرتے تھے ناوحی لے کرکے اور ان کاوہی کام ہی ہے، نبیوں کے پاس وحی پہنچانا، نبی کریم ﷺ اس دنیاسے چلے گئے وفات ہوگئی آپ کی توجبریل کااس دنیامیں آنابھی کیاہوگیا؟ بند ہوگیا حضرت فاطمۃ الزہراء کہتی ہیں، جبریل میں اپنے اباکے موت کی خبر تجھے کیسے دوں، جب میرے اباتھے جب تو، توآیاکرتا**

تھا، آج میرے ابا نہیں ہیں، کیسے تجھے اپنے ابا کی موت کی خبر دوں، صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ جبریل نہیں آتے، لیکن تبلیغی جماعت والوں کے یہاں جبریل باقاعدہ آتے ہیں،

سنئے! کہتے ہیں: انہوں نے کہا کہ میرے سوا اور آپ کے سوا تو کوئی نہیں ہے یہاں، پھر کیسے آپ نے پانی پی لیا، کہنے لگے: ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچو مسلمانو! کہنے لگے: کہ حضرت جبریل علیہ السلام ابھی پانی لائے تھے، وہ مجھے پانی پلا کر کے گئے ہیں،

نعوذ باللہ، دیکھ رہے ہیں عقیدہ یہ، یہ کونسے قرآن اور کونسی حدیث کا عقیدہ ہے ہم بتاؤ ذرا، اور یہی نہیں کہ وہ پانی پلا کر گئے کہہ گئے ہیں کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں میں ہیں جن پر حق تعالیٰ نے انعام فرما رکھا ہے، نعوذ باللہ، اور سنو! یہ تو جبریل آرہے ہیں، یہی لوگ ہیں بھائی، انہی کی شان ہے، تبلیغی جماعت والوں کی اور یہ قادری، چشتی، پادری والوں کی جو اپنی رائیونڈ میں بلاتے ہیں، اپنی کانفرنسوں میں بلاتے ہیں، اپنے جلسوں میں بلاتے ہیں، اور جہاں ٹکٹ وکٹ دے کر کے نبی ﷺ کو اِدھر اُدھر پاکستان میں، کراچی میں کہاں پھراتے ہیں، گھماتے ہیں، یہ انہی لوگوں کی شان ہے، انہی لوگوں کی شان ہے۔

سنو!

کہتے ہیں: ایک بزرگ تھے ان کا انتقال ہوا میں سفر میں گیا ہوا تھا، جب میں سفر سے واپس آیا تو ان کے بھائی حسن بن صالح کے پاس تعزیت کیلئے گیا، مجھے وہاں جا کر رونا آیا، وہ کہنے لگے: رونے سے پہلے ان کے انتقال کی کیفیت سنو، کیسے لطف کی ہے، جب ان پر نزاع کی تکلیف ہوئی یعنی جب موت آئی، تو مجھ سے پانی مانگا، میں پانی لے کر گیا، کہنے لگے میں نے تو پی لیا، میں نے پوچھا: کس نے پلایا؟ کہنے لگے حضور اقدس ﷺ فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے، اور مجھے پانی پلا دیا، مجھے خیال ہوا کہ کہیں غفلت میں کہہ رہے ہوں بھئی، اس نے کہا آدمی نے میں نے سوچا کہیں غفلت میں کہہ رہے ہوں، میں نے پوچھا فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں؟، کہنے لگے اوپر

نیچے اس طرح تھیں، ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے اوپر، اس طرح فرشتوں کی صفیں تھیں، اوپر نیچے فرشتوں کی صفیں تھیں، نعوذ باللہ،

مسلمانو! یہ قرآن کا عقیدہ ہے؟

یہ ہے کسی مسلمان کا ایمان اور عقیدہ؟ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے، یہ مسلمانوں کا ایمان و عقیدہ نہیں ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کو پانی پلانے کیلئے ان کے نزاع کے وقت میں آئیں، اور بریلویوں کے اگر بزرگانِ دین ان کے پانی پلانے کیلئے، انکے نزاع میں یا ان کے جنازوں میں یا ان کی جگہوں پہ آئیں تو انہیں تو تم مشرک کہتے ہو اور ان کو کیا کہو گے۔

مجھے بتاؤ آپ، مجھے لگتا ہے کہ **یہ یہودی لوگ ہیں** یہ، یہ نماز روزہ حج زکوۃ جو ہے نا یہ صرف ایک ٹائٹل ہے، یہ جو چلت پھرت کر رہے ہیں یہ جاہل بے چارے، یہ تو جاہل ہیں ان کو تو چھوڑو، یہ تو جاہل ہیں، جو لوٹے اور بسترے لے لے کر اِدھر اُدھر دوڑتے ہیں، یہ تو جاہل ہیں، میں ان کی بات کر رہا ہوں جو مرکزوں میں بیٹھ بیٹھ کر کے خوب ان لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، اور ان کو تبلیغ تبلیغ کے نام پر یہ سب کر رہے ہیں، اللہ کی قسم مجھے لگتا ہے **یہ لوگ یہودی یا نصرانی ہیں** ، یہ مسلمان نہیں ہیں صحیح طور پر، کیوں، اس لئے کہ ایسا فاسد عقیدہ، نعوذ باللہ کہ اللہ کے نبی کو وفات ہو گئی زمانہ ہوا، اللہ کے نبی ﷺ کو ان کی موت کی خبر ہو رہی ہے بزرگ کی، باقاعدہ حضور پانی لے کر آ رہے ہیں، ان کو پلا رہے ہیں، ان کو سب کچھ کر رہے ہیں، اور وہیں حضرت عثمان غنیؓ تڑپ تڑپ کر کے مر گئے، ذبح کر دیا گیا، ان کے حجرے میں نبی اکرم ﷺ کے بغل میں، لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے نکل کے انہیں پانی نہیں پلایا، وہیں حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو اس یہودی خبیث مجوسی نے پیچھے سے چھری مار کر کے شہید کر دیا، امامت کی حالت میں نماز کی حالت میں، نبی کریم ﷺ نے نکل کر کے انہیں نہیں بچایا، اپنے داماد حضرت علی کو کوفہ میں نہیں بچایا، اسی طرح حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا گیا بدر میں، اور اللہ کے نبی ﷺ نے نہیں بتلایا نہ کسی کے دلوں کے خطرات نہ کسی کے دلوں کا بھید اللہ کے نبی نے جانا، صحابہ کرام شہید ہوئے، اللہ کے نبی نے اپنے صحابہ کو نہیں بچایا، سوچئے یہ کہاں پدّی نہ پدّی کے شوربے یہاں مر رہے ہیں حضور باقاعدہ آکر کے ان کو پانی پلا کر کے جا رہے ہیں،

زکریا صاحب تبلیغی نصاب کے پڑھنے والو! اللہ کی قسم ہے **اگر ان حقیقتوں کے کھلنے کے بعد بھی تم نہ سدھرے تو اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا**، تم جہنم کی راہوں پر جارہے ہو، تم جس ڈگر پے جارہے ہو، تعصب پھینکو، اور نہیں تو ماں نے تمہیں، اگر تم اپنے اصلی ماں اور باپ کے ہو تو آؤ، اپنے اگر اصلی ماں اور باپ کے ہو، میں تمہارے اس نسب کا حوالہ دیتا ہوں کہ آؤ اور مجھے یہ ثابت کرو یہ سب حقیقتیں جو حضرت زکریا نے اس کتاب کے اندر نقل کی ہیں، اور **جس کو تم قرآن سمجھ کر** کے عصر کے بعد اور فجر کے بعد اور ظہر کے بعد مسجدوں کے اندر ہمارے ملکوں کے اندر بے چارے جاہلوں کو تم گمراہ کر رہے ہو نماز اور روزوں کے نام پر۔[1]

الجواب:

سب سے پہلے ہم حضرت علی بن حسنؒ کا تعارف پیش کرتے ہیں:

امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) فرماتے ہیں **"الإمَامُ القُدْوَةُ الكبير"** یعنی امام، پیشوا اور سردار۔ **(سیر اعلام النبلاء: جلد ۷: صفحہ ۳۷۱)**

امام وکیعؒ (م۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ هُوَ وأخوه وأمُّهما قد جزَّؤوا الليل ثلاثة أجزاء للتهجّد فماتت أمّهما فكانا يقتسمان الليل، فمات عليّ، فكان الحسن يقوم الليل كله۔

حسن بن صالح ان کے بھائی علی بن صالح اور ان کی والدہ نے تہجد کیلئے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، جب ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو دونوں بھائیوں نے آدھی آدھی رات تقسیم کر لی، جب علی بن صالحؒ کا انتقال ہو گیا تو ان کے بھائی حسن بن صالحؒ پوری رات تہجد پڑھا کرتے تھے۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۴: صفحہ ۱۵۵)**

آگے حضرت شیخؒ کے نقل کردہ دونوں واقعہ کی تحقیق و تخریج پیش خدمت ہیں:

---

[1] https://archive.org/details/Aiteraazno9_201811

امام اَبو محمد حسن بن محمد بن حسن بن علي بغدادي خلال رحمہ اللہ (م ۴۳۹ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ, حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرَانَ بْنِ عِمْرَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ, حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ إِسْحَاقَ أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَنْصَارِيُّ, حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِمْرَانَ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، قَالَ: قَالَ لِي أَخِي عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ في الليلة التي توفي فيها: يا أخي اسقني ماء، قال: وكنت قائما أصلي، قال: فلما قضيت صلاتي أتيته بماء، فقلت يا أخي، فقال لي: لبيك فقلت هذا ماء فقال لي: شربت الساعة، قلت من سقاك؟ وليس في الغرفة غيري وغيرك، قال: الساعة أتاني جبريل الساعة بماء فسقاني، وقال لي: أنت وأخوك وأمك مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصدقين والشهداء والصالحين، وخرجت نفسه۔

(كرامات الأولياء للحسن بن محمد الخلال: صفحہ ۳۵۰: واقعہ نمبر ۴۳، طبعہ المكتبة الاسلاميه، مصر)

سند:

امام خلال رحمہ اللہ --> محمد بن بکران بن عمران رحمہ اللہ --> محمد بن مخلد رحمہ اللہ --> عیسیٰ بن اسحاق ابو العباس الانصاری رحمہ اللہ --> احمد بن عمران ضریر رحمہ اللہ --> یحیٰ بن آدم رحمہ اللہ --> حسن بن صالح رحمہ اللہ --> علی بن صالح رحمہ اللہ۔

متن:

حسن بن صالح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

میرے بھائی علی بن صالح نے، جس رات ان کا انتقال ہوا، مجھ سے کہا: بھائی ذرا مجھے پانی پلا دو، میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، جب میری نماز ختم ہوئی تو میں ان کے پاس پانی لے گیا، میں نے کہا: بھائی جان!

انہوں نے کہا: جی۔

میں نے کہا: یہ پانی لے لیجئے۔

انہوں نے کہا: میں نے ابھی پیا۔

میں نے کہا: آپ کو کس نے پلایا؟ کمرہ میں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں!!!

انہوں نے کہا: ابھی جبریل میرے پاس پانی لے کر آئے تھے، پانی پلایا، اور مجھ سے کہا: آپ، آپکے بھائی اور آپ کی بہن ان لوگوں کے ساتھ ہیں، جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

(اتنا کہنے کے بعد) ان کی روح پرواز کر گئی۔

نوٹ:

بعض روایتوں میں آپ کی بہن کی جگہ آپ کی والدہ کا، اور بعض روایتوں میں والد کا لفظ ہے۔

سند کے راویوں کی تحقیق:

۱- امام خلّالؒ (م ۴۳۹ھ) ثقہ، حافظ، معرفت رکھنے والے اور مسند علی الصحیحین وغیرہ کتب حدیث کے مصنف ہیں۔

امام، حافظ، حجہ محمد بن علی الصوری (م ۴۴۱ھ) کہتے ہیں: میری آنکھوں نے عبد الغنی بن سعید کے بعد ابو محمد خلال بغدادیؒ سے بڑا حافظ نہیں دیکھا۔ **(تاریخ الاسلام للذہبیؒ: جلد ۹: صفحہ ۵۸۱، رقم ۲۵۶، تاریخ بغداد: جلد ۸: صفحہ ۴۵۳، رقم ۳۹۵۰، سیر اعلام النبلاء: جلد ۱۷: صفحہ ۵۹۴)**

۲- محمد بن بکران بن عمرانؒ (م ۴۰۲ھ):

امام برقانیؒ ان کے بارے میں کہتے ہیں: وہ ثقہ، ثقہ (دو مرتبہ) ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۹: صفحہ ۴۸، رقم ۷۹، تاریخ بغداد: جلد ۲: صفحہ ۴۶۹، رقم ۴۵۲، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: جلد ۸: صفحہ ۲۰۸، رقم ۹۵۲۶)**

۳- محمد بن مخلد الدوریؒ (م ۳۳۱ھ):

امام، حافظ، ثقہ، قدوۃ (پیشوا) ہیں، امام مسلمؒ کے شاگرد ہیں۔ **(سیر اعلام النبلاء: جلد ۱۵: صفحہ ۲۵۶، رقم ۱۰۸، تاریخ الاسلام: جلد ۷: صفحہ ۶۵۱، رقم ۳۰، تاریخ بغداد: جلد ۴: صفحہ ۴۹۹، رقم ۱۶۷۳)**

۴- عیسیٰ بن اسحاق بن موسیٰ الخطمی الانصاری ابو العباسؒ (م ۲۷۹ھ) :

آپ ثقہ عابد ہیں، کہا جاتا تھا کہ **آپ ابدال میں سے ہیں۔** (**تاریخ الاسلام: جلد ۶: صفحہ ۵۸۴، رقم ۳۰۷، تاریخ بغداد: جلد ۱۲ : صفحہ ۵۰۱، رقم ۵۸۲۴**)

۵- احمد بن عمران ابو جعفر الاخنسی الکوفیؒ (م ۲۲۸ھ) :

ابو زرعہ رازیؒ سے ان کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا : ”**كتبت عنه ببغداد و كان كوفيا و تركوه، قال أبو محمد رحمه الله روى عنه أبو زرعة**“ میں نے بغداد میں ان سے حدیثیں لی ہیں، وہ کوفہ کے رہنے والے تھے، محدثین نے انہیں چھوڑ دیا، ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں کہ ابو زرعہؒ نے ان سے روایت کیا ہے۔ (**الجرح والتعدیل: ۶۵/۲**)

امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ 'شیخ' ہیں۔ (**الجرح والتعدیل: جلد ۲: صفحہ ۶۵**) اور اس کا مطلب امام ابو حاتمؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ ”وإذا قيل شيخ فهو بالمنزلة الثالثة يكتب حديثه وينظر فيه إلا أنه دون الثانية“ جب (کسی راوی کے بارے میں) شیخ کہا جائے، تو وہ تیسرے درجہ کے ہوتے ہیں، جن کی حدیث لکھی جائے گی، اور اس میں غور کیا جائے گا، مگر وہ دوسرے درجہ سے نیچے ہوں گے۔ (**الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : جلد ۲ : صفحہ ۳۷**)

یعنی: ان کی حدیث لکھی جائے گی اور اس میں غور کیا جائے گا۔ حافظ ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ ”قد كتبت عنه“ میں نے ان سے حدیثیں لی ہیں۔ امام عجلیؒ کہتے ہیں کہ ”لا بأس به“ یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں۔ (**الثقات للعجلی: صفحہ ۴۸، رقم ۸**) امام ابو عوانہؒ نے اپنی صحیح میں ان سے کثرت سے حدیثیں لی ہیں۔ (**الثقات ممن لم يقع فی الكتب الستة : جلد ۱: صفحہ ۴۴۸، رقم ۵۱۶**) اس سے معلوم ہوا کہ وہ امام ابو عوانہؒ کے نزدیک ثقہ ہیں۔

امام قطلوبغاؒ کے نزدیک بھی وہ ثقہ ہیں۔(**الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: جلد ا: صفحہ ۴۴۸، رقم ۵۱۶**) امام حاکمؒ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (**المستدرک علی الصحیحین: جلد ا: صفحہ ۵۳۱، رقم ۱۳۸۹**) امام الجرح والتعدیل امام ابن عدیؒ(**م ۳۶۵ھ**) کہتے ہیں کہ "ھو ثقة" وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ "حَدَّثنا عَنهُ أَبُو يعلى مُسْتَقِيم الحَدِيث" ابو یعلیٰ نے ہم سے ان کے واسطہ سے حدیثیں بیان کی ہیں، وہ "مستقيم الحديث "ہیں۔(**الثقات لابن حبان: جلد ۸: صفحہ ۱۳، رقم ۱۲۰۵۶**) معروف عرب محقق حدیث حسین سلیم اسدنے ان کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (**مسند ابی یعلیٰ الموصلی: جلد ۱۱: صفحہ ۴۹۶، رقم الحدیث: ۶۶۲۱**)

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کی بڑی جماعت نے ان کی توثیق کی ہے۔

نوٹ:

یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ امام ابن حبان متساہل ہیں، اس لئے کہ جن راویوں کے بارے میں ابن حبانؒ خود مستقیم الحدیث کا حکم لگائیں، وہ حکم غیر مقلدین کے نزدیک بہت مضبوط سمجھا جاتا ہے، بلکہ دوسرے ائمہ جرح والتعدیل کی توثیق سے بڑھ کر ہے۔

غیر مقلدین کے ذہبی زماں علامہ معلمیؒ(م **۱۳۸۶ھ**) لکھتے ہیں:

التحقيق أن توثيقه (ای ابن حبان) على درجات:

أن يصرح به كأن يقول «كان متقنا» أو «مستقيم الحديث» أو نحو ذلك.. (فهذا) لا تقل عن توثيق غيره من الأئمة بل لعلها أثبت من توثيق كثير منهم۔ (التنکیل: جلد ۲ :صفحہ ۶۶۹)

لہذا احمد بن عمران ابو جعفر الاخنسی الکوفیؒ (**م ۲۲۸ھ**) صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔

۶- یحیٰ بن آدمؒ (**م ۲۰۳ھ**) ثقہ، حافظ، فاضل ہیں۔(**التقریب: ۷۴۹۶**)

۷- حسن بن صالح بن حیؒ (م۱۶۹ھ) حدیث وفقہ دونوں میں امام ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد۴: صفحہ۳۳۴، رقم ۷۳)**

معلوم ہوا یہ سند حسن ہے۔

دوسرے واقعہ کی تحقیق:

صاحب کتاب المفجعینؒ کہتے ہیں:

حدثنا علي بن عثمان النفيلي حدثنا عبد الله بن موسى قال مات علي بن صالح بن حي وأنا غائب فلما قدمت أتيت الحسن بن صالح أخاه أعزيه وأنا أبكي فقال لي لا تبك حتى أحدثك أنه لما احتضر واشتد عليه استسقى فجئته بقدح من ماء فقلت له ألا تشرب قال لا قد سقيت قلت ومن سقاك قال محمد رسول الله - صلّى الله عليه وسلم - ومعه الملائكة صفوف فأردت أن أستثبت عقله فقلت وكيف صفوف الملائكة فقال هكذا بعضها فوق بعض ورفع يديه فجعل المينى فوق اليسرى۔ (تخریج احادیث احیاء علوم الدین: جلد۶ : صفحہ ۲۸۲۵)

سند:

صاحب کتاب المتفجعینؒ --> علی بن عثمان النفیلیؒ --> عبید اللہ بن موسیٰؒ --> حسن بن صالح بن حیؒ۔

متن:

عبید اللہ بن موسیٰؒ کہتے ہیں کہ جب علی بن صالحؒ کا انتقال ہوا تو میں موجود نہیں تھا، جب میں آیا تو حسن بن صالحؒ کے پاس ان کے بھائی کی تعزیت کیلئے گیا، میں رونے لگا تو انہوں نے مجھ سے کہا: مت رویئے، میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں، جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا، اور حالت سخت ہوئی تو انہوں نے مجھ سے پانی مانگا، میں پانی کا پیالہ لے گیا، میں نے کہا: کیا آپ پانی نہیں پیئیں گے ؟

انہوں نے کہا: نہیں، میں پی چکا، میں نے کہا: آپ کو کس نے پلایا؟ انہوں نے کہا محمد رسول اللہ ﷺ نے اور آپکے ساتھ صف در صف فرشتے تھے تو میں نے سوچا کہ ان کی عقل جانچ لوں، میں نے کہا: فرشتوں کی صفیں

کیسی تھیں؟ تو انہوں نے کہا: اس طرح ایک کے اوپر ایک، اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔

سند کے راویوں کا تعارف:

۱- صاحب کتاب **المتفجعین** سے مراد محمود بن محمد بن الفضل بن الصباح، ابو العباس التیمی، الرافقی، المقرئ، الادیب (**م ۳۱۰ھ**) ہیں۔

اور آپ محدث، مقرئ، ادیب اور مؤرخ ہیں۔

(**تاریخ الاسلام للذہبی: جلد۷: صفحہ ۱۹۸، رقم ۶۴۳، تاریخ دمشق: جلد۵۷: صفحہ ۱۲۶، رقم ۷۲۶۰**) اور ایسے راوی خود غیر مقلدین کے اصول سے صدوق اور حسن الحدیث ہوتا ہے۔ (**اضواء المصابیح، از زبیر علی زئی: ص ۲۵۱**) لہٰذا آپؒ صدوق ہیں۔ نیز آپؒ نے قرآت، امام سوسیؒ جیسے امام سے حاصل کی، جو ائمہ سبعہ میں سے امام ابو عمرو بن العلاء البصریؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

حدیث میں '**المتفجعین**' اور تاریخ میں 'تاریخ الجزیرۃ' آپ کی کتابیں ہیں۔ کتاب **المتفجعین**، مفقود ہے، لیکن محدثین نے احادیث کی تخریج میں آپ کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ سلفی عالم اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے بڑے استاد، ڈاکٹر حکمت بشیر صاحب نے، اپنی کتاب '**كتب التراث بين الحوادث والانبعاث: قاعدہ نمبر ۱۰، ص ۲۳۳**، پر کتب التخریج کے ضمن میں، اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ (**كتب التراث بين الحوادث والانبعاث، أ۔د۔ حكمت بن بشير بن ياسين، دار ابن الجوزی، السعودية**)

مشہور امام حدیث، ابو طاہر السلفیؒ نے اپنی کتاب، '**مشيخة أبي عبد الله محمد الرازي**' میں اپنے چالیسویں شیخ أبو إسحاق إبراهيم بن سعيد بن عبد الله الحافظ المعروف بالحبال، جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث تھے، ان سے اس کتاب کے پڑھنے کا تذکرہ کیا ہے۔ (**مشيخة ابی عبد الله الرازی: صفحہ ۲۷۶**)

اسی طرح سلفی عالم ابو اسامہ سلیم بن عید الھلالی نے اپنی کتاب **'عجالة الراغب المتمنی'** (**جلد ۲: صفحہ ۶۶۳**) میں، اس کتاب کا تذکرۃ کیا ہے۔ اسی طرح سلفی عالم، شیخ ابو ھاجر محمد بن سعید بن بسیونی نے، امام عبد اللہ بن ابی داوٗدؒ کی کتاب **' البعث'** کی تحقیق میں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے، اور اس پر سکوت کیا ہے۔ دیکھئے **(کتاب ' البعث' تحقیق زغلول: ص۱۵، حدیث ۳)**

ملتقی اہل الحدیث پر ایک سلفی شیخ نے ان کے بار میں کہا: کہ **"محمود بن محمد بن الفضل بن الصّباح، أبو العبّاس التّميميّ الرّافقيّ المقرئ الأديب صاحب تاريخ الجزيرة لا بأس به"**۔

www.ahlalhdeeth.com/vb/showthread.php?p=2066587

۲- علی بن عثمان النفیلیؒ (**م۲۷۲ھ**) میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (**التقریب: رقم ۴۷۶۹**)

۳- عبید اللہ بن موسیٰ ابو محمد الکوفیؒ (**م۲۱۳ھ**)[2] صحیحین کے راوی ہے اور ثقہ ہیں۔ (**التقریب: رقم ۴۳۴۵**)

لہذا یہ سند بھی حسن ہوئی۔

تخریج:

اس واقعہ کو کئی محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱- امام ابن الجوزیؒ (م۵۹۷ھ):

عبد الرحمن بن علي بن محمد، أبو الفرج ابن الجوزيؒ (**م۵۹۷ھ**) کے بارے میں حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام، الامام، العلامۃ، الحافظ، المفسر۔ (**سیر اعلام النبلاء: جلد ۱۵: صفحہ ۴۵۵، رقم ۵۳۶۸**)

---

[2] کتاب میں عبد اللہ بن موسیٰ ہے، مگر عبید اللہ صحیح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ نفیلیؒ کے استادوں میں اور حسن بن صالحؒ کے شاگردوں میں عبید اللہ بن موسیٰؒ ہیں، نہ کہ عبد اللہ بن موسیٰ۔

امام ابن الجوزیؒ نے اس واقعہ کو اپنی تین کتابوں میں نقل کیا ہے۔

پہلی کتاب **المنتظم فی تاریخ الملوک والامم: جلد ۸ : صفحہ ۱۸۰، رقم ۸۳۴** میں ابن الجوزیؒ نے اس واقعہ کو سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

سند کی تفصیل درج ذیل ہے:

أخبرنا محمد بن عبد الملك، قال: أخبرنا أحمد بن الحسن بن خيرون، قال: قرئ على أبي علي بن شاذان أن أحمد بن كامل القاضي أخبرهم، قال: حدثنا عيسى بن إسحاق الأنصاري، قال: حدثنا أحمد بن عمران البغدادي، قال: حدثنا يحيى بن آدم، قال: حدثنا الحسن بن حي قال: قال لي أخي علي في الليلة التي توفي فيها: اسقني ماء، وكنت قائما أصلي، فلما قضيت الصلاة أتيته بماء فقلت يا أخي، فقال: لبيك، فقلت: هذا ماء، فقال: قد شربت الساعة، فقلت: من سقاك وليس في الغرفة غيري وغيرك؟ قال: أتاني جبريل الساعة بماء فسقاني وقال لي: أنت وأخوك وأبوك مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين. وخرجت روحه رحمة الله عليه۔

۱۔ امام ابن الجوزیؒ کا تعارف اوپر گزر چکا۔

۲۔ محمد بن عبد الملکؒ:

محمد بن عبد الملك بن الحسن بن خيرون بن إبراهيم، الشَيخ أبو منصور البغداديّ، المقرئ، الدّبّاس (م ۵۳۹ھ) ثقہ، اِمام اور صالح ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۱۱: صفحہ ۷۱۷، رقم ۴۵۱)**

۳۔ احمد بن حسنؒ:

أحمد بن الحسن بن خيرون أبو الفضل ثقہ، ثبت محدث بغداد ہیں۔ **(لسان المیزان: ج ۱: ص ۴۳۴، رقم ۴۵۶)**

۴۔ ابو علی بن شاذانؒ:

الحسن بن أحمد بن إبراهيم بن الحسن بن محمد بن شاذان، **أبو علي بن أبي بكر البغدادي البزاز (م ۴۲۵ھ)** ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۹ : صفحہ ۴۰۶، رقم ۱۶۱، الطبقات السنیۃ: صفحہ ۲۱۹، رقم ۶۴۷)**

۵- احمد بن کاملؒ:

أحمد بن كامل بن خلف بن شجرة بن منصور القاضي، الشجري، البغدادي۔

حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ الشیخ، الامام، العلامۃ، الحافظ، القاضی۔ **(سیر اعلام النبلاء: جلد ۱۵، صفحہ ۵۴۴، رقم ۳۲۳)**

حافظؒ نے نقل کیا ہے کہ:

لينه الدارقطني. وقال: كان متساهلا، ومشاه غيره، قال ابن رزقويه: لم تر عيناي مثله.

امام دار قطنیؒ نے آپ پر ہلکا سا کلام کیا ہے، مگر دوسروں نے آپ کی حدیث کو قبول کیا ہے۔ ابن رزقویہؒ کہتے ہیں: میری آنکھوں آپ جیسا نہیں دیکھا۔ **(لسان المیزان: جلد ۱ : صفحہ ۵۸۱، رقم ۷۱۴)**

۴- عیسیٰ بن اسحاق بن موسیٰ الخطمی الانصاری ابو العباسؒ (م ۲۷۹ھ) :

۵- احمد بن عمران ابو جعفر الاخنسی الکوفیؒ (م ۲۲۸ھ) :

۶- یحیٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ)

۷- حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۹ھ) وغیرہ کی توثیق گزر چکی۔

معلوم ہوا یہ سند بھی حسن ہے۔

یہی واقعہ ابن الجوزیؒ نے **(الثبات عند الممات: صفحہ ۱۵۴)** اور **(صفۃ الصفوۃ: ج ۲: ص ۸۸)** میں بھی ذکر کیا ہے۔

۲- امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ):

المقرئ. الإمام الحافظ، محدِّث العصر و خاتمة الحفَّاظ، و مؤرخ الإسلام، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز۔

امام ذہبیؒ نے بھی اس واقعہ کو اپنی دو کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔ **(تاریخ الاسلام: ۴/۳۳۴، رقم ۴۳، ت بشار، سیر اعلام النبلاء: جلد ۷: صفحہ ۳۷۰، رقم ۱۳۵)**

۳۔ امام سیوطیؒ (۹۱۱ھ)

عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين عالم موسوعي في الحديث و التفسير و اللغة و التاريخ و الأدب و الفقه و غيرها من العلوم.

مشہور امام و محدث علامہ سیوطیؒ نے بھی اپنی کتاب میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: صفحہ ۸۵، رقم ۵۹)

۴۔ سبط ابن الجوزیؒ (۶۵۴ھ):

يوسف بن قُزْغُلي بن عَبْد الله، الإمَام، الواعظ، المؤرخ، شمس الدين أَبُو المظفَّر التُّركيّ، ثمَّ البغدادي العوني، الحنفي.

آپ امام، فقیہ، واعظ، وعظ میں یکتائے روزگار، تاریخ اور سیرت میں علامہ تھے۔

(تاریخ الاسلام: جلد ۱۴، صفحہ ۷۶۷، رقم ۱۷۷)

آپ نے بھی اپنی مشہور زمانہ کتاب میں اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ **(مرآۃ الزمان في تواريخ: ج ۱۲: ص ۲۵۴)**

۵۔ ابن مندۃؒ (م ۴۷۰ھ):

عبد الرحمن بن محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن منده، و اسمه إبراهيم بن الوليد، أبو القاسم ابن الحافظ أبي عبد الله العبدي الأصبهاني.

بڑی شان والے، جلیل القدر، عظیم محدث، اور بہت زیادہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے تھے۔

آپ نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(کتاب الاحوال والإیمان بالسوال بحوالہ شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: صفحہ ۸۵، رقم ۵۹)

٦- ابن الغریقؒ (م ۴٦۵ھ):

محمد بن علي بن محمد بن عبيد الله بن عبد الصمد ابن الخليفة المهتدي بالله محمد ابن الواثق العباسي، أبو الحسين الخطيب المعروف بابن الغريق وبابن المهتدي بالله۔ وهو من ثقات رجال الحديث۔

وہ حدیث کے ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ **(الاعلام للزرکلی: جلد ٦: صفحہ ۲۷٦)**

آپؒ نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔**(الفوائد لأبي الحسين ابن الغريق** بحوالہ **شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: صفحہ ۸۵،**[3] **الرسالة المستطرفة لبیان مشهور کتب السنة المشرفة، للکتانی: صفحہ ۹٦)**

۷- حافظ الحدیث، امام محمد بن محمد الحسینی الزبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔

(تخريج أحاديث إحياء علوم الدين: جلد ٦ : صفحہ ۲۸۲۵)

اس کے علاوہ کچھ عرب اور سعودی علماء نے بھی اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے:

۸- **شيخ ياسر بن أحمد بن محمود بن أحمد بن أبي الحمد الكويس الحمداني** نے اس واقعہ کو **"موسوعة الرقائق والأدب: صفحه ۴۸۲۲"** میں ذکر کیا ہے۔

---

[3] کتاب شرح الصدور میں ابن العریف لکھا ہے، مگر ابن الغریق صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۹- **امام وخطیب** جامع عبدالله بن نوفل،حي سمنان، بالزلفي، سعودی شیخ **أحمد بن ناصر الطیار** نے بھی اپنے کتاب "**حیاة السلف بین القول والعمل: صفحہ ۷۱۹**" میں یہی واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۰- اسی طرح سعودی عرب کے مشہور سرکاری ادارہ "**الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد**" سے نکلنے والا مجلہ مجلة البحوث الإسلامية میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: **(مجلة البحوث الإسلامية - مجلة دورية تصدر عن الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد: أعلام: ۹۹۹)**

خلاصہ:

جس علی بن صالح بن حیؒ کے واقعہ کی وجہ سے معراج ربانی صاحب جماعت تبلیغ کو یہودی وغیرہ وغیرہ القاب سے نواز رہے ہیں، وہی واقعہ نہ صرف یہ کہ بڑے بڑے علماء حدیث نے نقل کیا ہے، بلکہ سعودی کے بڑے بڑے علماء نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

لہذا معراج ربانی صاحب اور اہل حدیثوں سے گزارش ہے کہ **وہ واضح کریں کہ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد کیا ان ائمہ حدیث اور سعودی کے بڑے بڑے علماء مسلمان باقی ہیں یا وہ بھی یہودی ہو گئے ہیں۔**

ایک اشکال یا خیانت :

غیر مقلدین کے فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب نے ایک بات کہی تھی کہ: حضرت فاطمہ زہراءؓ کے حوالہ سے، کہ، وہ کہتی ہیں کہ:

جبریل علیہ السلام! میں اپنے ابا کی موت کی خبر تجھے کیسے دوں، جب میرے ابا ﷺ تھے، تو آیا کرتا تھا، آج میرے ابا نہیں ہیں، میں کیسے تجھے اپنے ابا کی موت کی خبر دوں۔

پھر آگے کہتے ہیں کہ:

صحابہ کا عقیدہ تھا کہ جبریل نہیں آتے۔

انہوں (معراج ربانی) نے نہ کسی صحابی کا حوالہ بیان کیا، اور حضرت فاطمہؓ کے حوالہ میں بھی انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ کہاں پر یہ بات لکھی ہوئی ہے۔

لیکن یہ ان کی خیانت اور صحابہؓ پر تہمت ہے۔ کیونکہ بخاری شریف، حدیث نمبر ۴۴۶۲، میں ہے:

جب حضرت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت فاطمہؓ روئیں، اور فرمایا، کیا فرماتی ہیں، وہ جملہ میں سنادوں:

(يَا أَبَتَاهُ، مَنْ جَنَّةُ الفِرْدَوْسِ، مَأْوَاهُ، يَا أَبَتَاهُ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ)

اے میرے والد (ﷺ) ! آپ کا مقام جنت الفردوس ہے، ہائے میرے ابا جان! **ہم آپ کی وفات کی خبر جبریل کو سناتے ہیں۔**

یہ بخاری شریف کا جملہ ہے، لیکن فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب کہہ رہے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے کہا: جبریل میں تجھے اپنے ابا کی موت کی خبر کیسے دوں، جب میرے ابا تھے تو، تو آیا کرتا تھا، آج میرے ابا نہیں ہیں، میں کیسے تجھے اپنے ابا کی خبر دوں؟ جبکہ بخاری شریف میں ہے کہ ہائے میرے ابا جان! ہم آپ کی وفات کی خبر جبریل کو سناتے ہیں۔

یہ جملہ بخاری کا ہے،

سوچئے کہ انہوں نے کتنی بڑی بڑی خیانتیں کر رکھی ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی اپنی طرف سے کہہ دیا کہ ان کا عقیدہ تھا کہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نہیں آتے ، ہم ان شاء اللہ ان کے گھر سے جبریل علیہ السلام کا آنا ثابت کریں گے ، لیکن اس سے پہلے ہم ذرا اس کی وضاحت کر دیں کہ معراج ربانی صاحب کہتے ہیں کہ:

''ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین، جناب **محمد** رسول اللہ ﷺ ہیں''۔

ایسا نہیں ہے کہ مولانا زکریا صاحبؒ کا یہ عقیدہ نہیں ہے، مولانا زکریا صاحبؒ کا بھی یہی عقیدہ ہے، اور تبلیغی جماعت والوں کا بھی یہی عقیدہ ہے، اس میں معراج ربانی صاحب اکیلے اور تنہا نہیں ہیں۔

فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب کہتے ہیں کہ:

''ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین، جناب **محمد** رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ ﷺ جب تک اس دنیا میں تھے، جبریل علیہ السلام آیا کرتے تھے، وحی لے کر، ان کا کام ہی ہے نبیوں کے پاس وحی لے کر جانا، **رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے چلے گئے، وفات ہو گئی تو جبرئیل کا آنا اس دنیا میں بند ہو گیا**''۔

یعنی فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ:

جب جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو جبرئیل علیہ السلام کا اس دنیا میں آنا بند ہو گیا۔

اب آگے (اس دعویٰ کے غلط ہونے پر) پہلے ان کے گھر کے حوالے اور پھر دلائل بیان کئے جائیں گے:

قرآن کریم کی آیت ہے:

تنزل الملئكة والروح۔

اس آیت کی تفسیر میں پہلے ہم غیر مقلدین کے گھر سے حوالے دیتے ہیں:

۱-　**دستور المتقی:صفحہ۲۱۳** مصنف: غیر مقلدین کے شیخ الحدیث، جناب **یونس قریشی** صاحب، لکھتے ہیں:

"لیلۃ القدر میں جبریل علیہ السلام مع مقرب فرشتوں کی جماعت کے آسمان سے اترتے ہیں"۔

لیلۃ القدر کی رات تو ہر سال ہوتی ہے، اس سے جبریل علیہ السلام کا آنا ثابت ہو رہا ہے، جبکہ فضیلۃ الشیخ صاحب ربانی صاحب کہتے ہیں کہ نہیں آتے۔

۲-　غیر مقلدین کے شیر پنجاب، جناب **مولانا ثناء اللہ امر تسری** صاحب، اپنی کتاب **فتاویٰ ثنائیہ، جلد ۱: صفحہ ۶۴۹** پر لکھتے ہیں کہ:

(لیلۃ القدر میں) "جبریل علیہ السلام مصافحہ کرنے کیلئے، مع فرشتوں کے زمین پر آتے ہیں"۔

۳-　تفسیر، **تیسیر الکریم الرحمٰن**، مصنف: **شیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی**ؒ (جو بڑے سلفی علماء میں سے تھے)

(اس کے اردو ایڈیشن میں) ترجمۂ قرآن، غیر مقلد **صلاح الدین یوسف** صاحب کا ہے، اور ترجمۂ تفسیر جناب **طیب شاہین** صاحب نے کیا ہے، یہ بھی غیر مقلد ہیں، اس کے **صفحہ ۲۹۶۵** پر، یعنی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "یعنی فرشتے اور جبریل علیہ الصلاۃ والسلام، اس رات میں کثرت سے نازل ہوتے ہیں"۔

۴-　**الفوائد التفسیریۃ السلفیہ** یعنی (جیسا کہ اس پر لکھا ہوا ہے) سلفی علماء کے تفسیری فوائد، مصنف: **شیخ القرآن جناب عبد الستار رستمی صاحب: صفحہ ۲۱۶۵** پر، لکھتے ہیں:

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "جب شبِ قدر ہوتی ہے، تو جبریل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں"۔

۵-　**تفسیر ابن کثیر** مترجم مولانا **محمد جوناگڑھی** صاحب، **صفحہ ۵۴۰** پر، مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فرشتوں کا سدرۃ المنتہیٰ سے حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ زمین پر آنا" (باختصار)۔

فضیلۃ الشیخ ربانی صاحب کا جو دعویٰ تھا کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات ہو گئی اور جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کا اس دنیا میں آنا بند ہو گیا، جبکہ انکے علماء لکھتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی رات میں، جبریل علیہ الصلاۃ والسلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ دنیا میں آتے ہیں اور باقاعدہ مصافحہ کرتے ہیں، تو ان کا دعویٰ تو ان کے اپنے علماء کی تحریروں سے باطل ہو گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ، علامہ ابن حجر ہیثمیؒ، علامہ سفیریؒ نے بھی اس دعویٰ [یعنی جبریلؑ کا اس دنیا میں نا آنے کے دعوے] کا رد کیا ہے، چند حوالہ یہاں پیش خدمت ہیں:

۶- علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لوگوں کی زبانوں پر یہ بات مشہور ہے کہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد زمین پر نازل نہیں ہوتے، جبکہ اس بات کی کوئی اصل نہیں اور اس بات کے باطل ہونے پر طبرانی کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے، جو حضرت میمونہ بنت سعدؓ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)! کیا آدمی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے پسند نہیں کہ وہ وضو کے بغیر سو جائے، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس حالت میں اسے موت نہ آجائے، اور (اگر اس حالت میں موت آگئی تو) جبریل علیہ السلام اس سے ملاقات نہیں کریں گے“ تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام زمین پر اترتے ہیں، اور ہر مومن جو طہارت اور پاکی کی حالت میں وفات پا جائے، اس کی میت کو حاضر ہوتے ہیں، پھر میں ایک اور حدیث پر بھی مطلع ہوا، جس میں حضرت جبریل علیہ السلام کے زمین پر اترنے کا ذکر ہے، اور یہ حدیث نعیم بن حمادؒ نے 'فتن' میں اور طبرانیؒ نے بھی حضرت ابن مسعودؓ کے واسطہ سے حضرت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دجال کے بارے میں مروی ہے کہ ”وہ مکہ پر سے گزرے گا، تو ایک بہت بڑی مخلوق کا سامنا کرے گا تو اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ تو وہ کہیں گے میں میکائیل ہوں، مجھے اللہ نے دجال کو

حرم سے روکنے کیلئے بھیجا ہے، اور مدینہ پر گزرے گا تو ایک بہت بڑی مخلوق کا سامنا کرے گا، تو اس سے پوچھے گا تو کون ہے تو وہ کہیں گے میں جبریل ہوں، اللہ مجھے نے دجال سے حرم کی حفاظت کرنے کیلئے بھیجا ہے"۔

پھر میں نے اس آیت (**تنزل الملئلة والروح فیھا**) کی تفسیر میں، حضرت ضحاکؒ کا قول دیکھا کہ یہاں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، اور وہ اور دیگر فرشتہ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں اور مسلمانوں پر سلام کرتے ہیں، اور یہ پورا سال ہوتا ہے، اور اگر کسی خیال کرنے والے نے یہ خیال کیا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو انہیں حقیقی وحی نہیں ہوگی، بلکہ منامی وحی ہوگی تو یہ قول ساقط اور بے فائدہ ہے، دو وجہ سے:

(۱) صحیح اور ثابت حدیث کو چھوڑنے کیوجہ سے، جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے، جسے امام حاکمؒ نے مستدرک میں بھی نقل کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں، کہ:

پس وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ انہیں وحی کریں گے کہ اے عیسیٰ! میں نے ابھی ابھی اپنے ایسے بندوں کو باہر نکال دیا ہے، جن پر کسی کو طاقت حاصل نہیں۔ **(الحاوی للفتاویٰ: جلد ۲: صفحہ ۱۹۹)** پر، پوری بحث کی ہے۔

(۲) اور اسی طرح آپ یعنی علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اور رہی حدیث وفات اور حضرت جبریل کا یہ قول کہ زمین پر میرا آخری قدم رکھنا ہے، تو یہ بہت ہی ضعیف حدیث ہے، اور بالفرض درست بھی ہو تو یہ اس کے معارض اور مخالف ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جبریل علیہ السلام کا وحی کے ساتھ اترنے کا آخری موقع ہے، جبکہ ان کا دیگر فرشتوں کے ساتھ لیلۃ القدر میں اترنا، مفسرین کی ایک جماعت نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ **(الحاوی للفتاویٰ: جلد ۱: صفحہ ۴۵۸)**

۷۔ علامہ مناوی، زین الدین عبد الرؤف بن تاج العارفین مناویؒ **(م ۱۰۳۱ھ)** وہ فرماتے ہیں:

مصنف سے ایک سوال پوچھا گیا کہ کیا حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوں گے ؟ اگر آپ کہیں کہ ہاں، تو یہ آپ کا یہ قول، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس قول کے معارض ہو گا جو حدیث وفات میں ہے کہ یہ زمین پر میرا آخری قدم رکھنا ہے۔

تو مصنف نے جواب دیا کہ ہاں، حضرت جبریل علیہ السلام ان پر اتریں گے، کیوں کہ صحیح مسلم میں یاجوج ماجوج کے قصہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں ہے کہ:

اس دوران اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کریں گے کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکال دیا ہے، جن کے ساتھ لڑائی کرنے پر کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے، میرے بندوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ۔

تو یہ قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ وحی کریں گے، اس کا ظاہر یہی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوں گے، اور جو حدیث وفات ہے تو وہ ضعیف حدیث ہے، اور اگر بالفرض صحیح ہو تو اس کا معنیٰ یہ لیا جائے گا کہ یہ وحی کے ساتھ نازل ہونے کا آخری موقع ہے۔ **(فیض القدیر شرح جامع صغیر: جلد۶: صفحہ ۴۶۴)**

اب وہ حدیث پیش کرتے ہیں، جس کی شرح میں یہ لوگ یہ اقوال پیش کر رہے ہیں:

صحیح مسلم: جلد۴: صفحہ ۲۲۵۰، کتاب الفتن: حدیث ۲۹۳۷۔

(ثم يأتي عيسى ابن مريم قوم قد عصمهم الله منه، فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم في الجنة فبينما هو كذلك إذ أوحى الله إلى عيسى: إني قد أخرجت عبادا لي، لا يدان لأحد بقتالهم، فحرز عبادي إلى الطور ويبعث الله يأجوج ومأجوج، وهم من كل حدب ينسلون، فيمر أوائلهم على بحيرة طبرية فيشربون ما فيها، ويمر آخرهم فيقولون: لقد كان بهذه مرة ماء، ويحصر نبي الله عيسى وأصحابه، حتى يكون رأس الثور لأحدهم خيرا من مائة دينار لأحدكم اليوم، فيرغب نبي الله عيسى وأصحابه، فيرسل الله عليهم النغف في رقابهم، فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة، ثم يهبط نبي الله عيسى وأصحابه إلى الأرض، فلا يجدون في الأرض موضع شبر إلا ملأه زهمهم ونتنهم، فيرغب نبي الله عيسى وأصحابه إلى

الله، فيرسل الله طيرا كأعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله، ثم يرسل الله مطرا لا يكن منه بيت مدر ولا وبر، فيغسل الأرض حتى يتركها كالزلفة)

جب یاجوج ماجوج نکلیں گے اس وقت کی بات ہے، یہ بہت طویل حدیث ہے، ہم صرف اتنا ٹکڑا بیان کرتے ہیں جس کی شرح میں علامہ سیوطی، علامہ مناویؒ اور دوسروں نے بیان کیا ہے، اس میں یہ ہے کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے، جن کو اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام شفقت سے ان کے چہروں کو صاف کریں گے، اور جنت میں ان کے جو درجات ہیں، وہ ان کو بتلائیں گے، وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کریں گے کہ (اس جملہ پر غور کریں) اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کریں گے، کہ میں نے اپنے کچھ بندوں کو برآمد کیا ہے، جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں، تم میرے ان بندوں کو بچا کر طور کی طرف لے جاؤ، اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا، اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا۔

یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے، جس کی شرح یہ علماء کرام بیان کر رہے ہیں۔ اس کی شرح میں جو علامہ مناویؒ بیان کیا ہے، اس کو ایک مرتبہ پھر بیان کر دیں۔

کہتے ہیں کہ:

ہاں، حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام ان پر اتریں گے، کیونکہ صحیح مسلم میں یاجوج ماجوج کے قصہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں ہے کہ:

اس دوران اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کریں گے کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکال دیا ہے، جن کے ساتھ لڑائی کرنے پر کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے، پس میرے بندوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ۔

تو یہ قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ وحی کریں گے، اس کا ظاہر یہی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوں گے۔ انتہی کلامہ

یہ بات علامہ مناویؒ، مسلم شریف کی اس حدیث کی شرح میں بیان کر رہے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ جناب معراج ربانی صاحب، اس حدیث کے بارے میں کیا جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کریں گے، اور وحی کون لے کر آئے گا؟۔

فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب قرآن، حدیث، قرآن، حدیث کر رہے ہیں۔

ہم نے تو قرآن و حدیث کے حوالہ سے بھی پیش کیا اور خود انہی کے علماء کے حوالہ سے بھی پیش کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام، اللہ کے رسول ﷺ کے بعد بھی دنیا میں آتے ہیں۔

معراج ربانی صاحب کا دعویٰ تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام دنیا میں نہیں آتے، ہم نے الحمد للہ بہت سے حوالے دیئے اور الحاوی للفتاویٰ میں سے ہم نے تفصیلاً اس کا جواب بھی نقل کر دیا۔

۷۔ علامہ سفیریؒ (م ۹۵۶ھ) کی کتاب ہے، **شرح البخاری: جلد ۱: صفحہ ۱۸۳**، پر بھی تفصیلاً جواب دیا ہے۔

۸۔ اسی طرح ابن حجر مکیؒ نے بھی تفصیلاً اس کا جواب دیا ہے،: **جلد ۱: صفحہ ۱۲۹** ، پر اس کا تفصیلاً جواب دیا ہے۔

۹۔ الوجیز فی التفسیر، ابو الحسن واحدیؒ (م ۴۶۸ھ) کی، **صفحہ ۱۲۱۹**، پر کہا کہ: حضرت جبریل علیہ السلام لیلۃ القدر میں آتے ہیں۔

۱۰۔ تفسیر سمعانیؒ (م ۴۸۱ھ) **جلد ۶: صفحہ ۲۲۶**، پر اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس رات میں تشریف لاتے ہیں۔

علی بن صالحؒ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے پانی پلایا اس پر فضیلہ الشیخ معراج ربانی صاحب نے بڑا واویلہ مچایا۔

پہلے تو ہمیں اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ واقعہ سچا ہے، اور خود ان کے گھر کا حوالہ ہے، کیونکہ علی بن صالحؒ طبقاتِ محدثین میں شمار ہوتے ہیں، تو ہمیں تو جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

سلف کے بڑے بڑے علماء نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، نیز اس وجہ سے بھی ہمیں جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ امام خلالؒ نے اس واقعہ کو کرامت میں بیان کیا ہے، ان کی کتاب کرامات ہی کے بیان میں ہے، جس میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے، اور کرامت اللہ کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے، یہ بندہ کے اختیار میں نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے۔

بات کو اور واضح کرنے کیلئے ہم فضیلہ الشیخ معراج ربانی صاحب کی خدمت میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں:
صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۰۵۲ ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

صلہ رحمی کا باب ہے، اس میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایک آدمی اپنے بھائی سے ملنے کیلئے دوسرے گاؤں گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کیلئے بھیج دیا۔

جب اس آدمی کا اس فرشتہ کے پاس سے گزر ہوا تو اس فرشتہ نے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ تو اس آدمی نے کہا: اس گاؤں میں میرا ایک بھائی ہے، میں اس سے ملنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

فرشتہ نے کہا: کیا اس نے تیرے اوپر کوئی احسان کیا ہے، جس کا تو بدلہ دینا چاہتا ہے؟ اس آدمی نے کہا: نہیں، بلکہ صرف اس لئے کہ میں اس سے صرف اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔

فرشتہ نے کہا: میں تیری طرف اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ: اللہ بھی تجھ سے اسی طرح محبت کرتا ہے، جس طرح تو اس دیہاتی آدمی سے محبت کرتا ہے۔

اب یہ کرامت ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے پاس، ایک فرشتہ کو پیغام دے کر بھیجا۔

اگر یہ حدیث فضائل اعمال میں ہوتی تو فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب کہتے کہ ابو بکرؓ اور فلاں فلاں کے پاس اس طرح فرشتہ نہیں آیا۔

حالانکہ ان لوگوں نے اتنے نیک کام کئے اور بہت سے لوگوں سے ملاقات کرنے گئے، تو فضیلہ الشیخ کے اصول پر تو یہ واقعہ بھی رد ہو جاتا۔

یہ کرامت ہے، کرامت میں بندہ کا اپنا اختیار نہیں ہوتا، اللہ اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے، اور یہ بطور خرقِ عادت کے ہوتا ہے، فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب، ان چیزوں کو بطور عادت کے پیش کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں یہ خرقِ عادت کے طور پر ہے، اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے، اسی وجہ سے امام خلالؒ نے اس واقعہ کو کرامات میں سے بیان کیا ہے۔

فضیلۃ الشیخ سے ہم بھی سوال کرسکتے ہیں کہ اس آدمی کے پاس فرشتہ آیا سلام کیا، اور پیغام بھی پہنچا رہا ہے، مسلم شریف کی روایت ہے، فضیلۃ الشیخ معراج ربانی صاحب نیک کام سمجھ کر فضائل اعمال کے خلاف بہت سے ویڈیو ریکارڈ کئے ہیں، بہت سے لوگوں سے مصافحہ اور ملاقات کیلئے جاتے ہوں گے، کیا کبھی انکے پاس بھی کوئی فرشتہ پیغام لے کر آیا ہے؟ اگر آیا ہو تو ہمیں بھی اطلاع فرمادیں۔

ہو سکتا ہے کہ علی بن صالحؒ کا واقعہ لیلۃ القدر کا ہو، یہ ہمارا دعویٰ نہیں ہے، لیکن یہ بعید بھی نہیں ہے۔

اس واقعہ کو سلف کے بڑے بڑے علماءؒ نے نقل کیا ہے، اور حضرت شیخ زکریاؒ نے بھی نقل کیا ہے، تو اگر اعتراض ہی کرنا ہے تو پہلے ان پر اعتراض کریں۔

اب یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ کا اپنی وفات کے بعد آکر پانی پلانا، اب وہ جسم مثالی ہوتا ہے یا جسم حقیقی ہوتا ہے اس موضوع پر علامہ سیوطیؒ نے پورا ایک رسالہ لکھا ہے، اس میں دلائل اور تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، جس کو دیکھنا ہو وہاں دیکھ سکتا ہے؟

فضیلۃ الشیخ کا یہ اعتراض کہ حضرت عثمانؓ مسجد نبوی کے پاس پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئے مگر نبی کریم ﷺ نے آپ کو پانی نہیں پلایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو پانی پلایا ہے، اس کو سلف کے کئی لوگوں نے بیان کیا ہے، جس کی سند کم از کم حسن لغیرہ درجہ کی ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ اس طرح کے واقعہ کرامات میں سے ہیں، جو خرقِ عادت کے طور پر واقع ہوتے ہیں مگر معراج ربانی صاحب اسے عادت کے طور پر پیش کرتے ہیں، ان کو پتہ نہیں کہ کرامت کیا ہوتی ہے، معجزہ کیا ہوتا ہے۔[4]

جو لوگ کرامات کے منکر ہوتے ہیں وہ اس طرح کا اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں کے ساتھ یہ کیوں نہیں ہوا اور فلاں کے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوا، یعنی یہ کرامت کو عادت بنا کر پیش کرتے ہیں کہ اگر فلاں کے ساتھ ہوا تو سب کے ساتھ ہونا چاہیے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں:

ایک صحابی ہیں، جن کا نام قتادۃ بن النعمانؓ ہے، غزوہ بدر میں ان کی آنکھ نکل کر ان کے گال پر (اور بعض روایتوں میں ہے کہ ان کے ہاتھ میں) آگئی تھی، حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے دوبارہ اس کی جگہ پر لگا دیا، اور دعا دی، تو وہ پہلے سے زیادہ روشن اور خوبصورت ہو گئی۔ **(تہذیب الکمال: جلد ۱: صفحہ ۲۳۷، سیر اعلام النبلاء: جلد ۱: صفحہ ۴۱۶)**

یہ واقعہ کئی کتابوں میں، مختلف سندوں سے منقول ہے۔ **(سیر اعلام النبلاء: جلد ۲: صفحہ ۳۳۲، حاشیہ ۱)** تہذیب الکمال کے محقق، شیخ بشار نے اس کی سند کو تحسین کے لائق کہا ہے۔ **(تہذیب الکمال: جلد ۱: ص ۲۳۸)**

---

[4] عادت اور خرق عادت کے بار میں مزید تفصیل کے لئے دیکھئے **دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۲: ص ۲۲۔**

اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے، حضرت قتادہؓ کی آنکھ باہر نکل جانے کے بعد بھی ٹھیک ہوگئی، جب کہ بہت سے صحابہ کرام جیسے حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ وغیرہ نابینا تھے، مگر نبی کریم ﷺ نے ان ساتھ ایسا نہیں کیا۔[5]

یہ معجزہ تھا، جو خرق عادت کے طور پر نبی کریم ﷺ سے صادر ہوا، یہ عادت نہیں تھی کہ ہر ایک کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہو، یہ اللہ تعالی کے اختیار میں ہے، بندوں کے اختیار میں نہیں۔

اس لئے یہ اعتراض کرنا کہ ایسا فلاں کے ساتھ ہی کیوں ہوا، فلاں کے ساتھ کیوں نہیں ہوا؟ یا یہ کہ فلاں کے ساتھ ہوا اور فلاں کے ساتھ نہیں ہوا اس لئے یہ واقعہ غلط ہے۔

اگر اس طرح اعتراض کیا جائے تو بہت سی چیزیں رد ہو جائیں گی۔

جیسے حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ میں " یا سارية الجبل " فرمایا تو ان کی آواز وہاں تک پہنچ گئی۔ (بہت سے علماء نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے) الدین الخالص میں غیر مقلد عالم نے بھی اس واقعہ کو ثابت مانا ہے۔[6]

اب کوئی اعتراض کرے کہ حدیبیہ کے موقعہ حضرت عثمانؓ کے واقعہ کی حضرت نبی کریم ﷺ کو صحیح اطلاع نہ ہوئی، غزوہ احد کے موقعہ پر خود نبی کریم ﷺ بنفس نفیس میدان جنگ میں تشریف فرماتے تھے، مگر آپ کو جبل رماۃ سے ہٹنے والے دستہ کی اطلاع نہ ہوئی، اس لئے حضرت عمرؓ کا واقعہ رد۔

تو اس اعتراض کرنے والے کی جہالت ہو گی۔

تو یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے ساتھ بطور کرامت کے پیش آیا، بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ وہ کرامت کو مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سوچنے سمجھنے کی توفیق دے، اور بغض و نفرت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

---

[5] اس طرح کی ۲۰ سے زائد مثالیں **دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۲: ص ۲۵** پر موجود ہے۔

[6] یہ واقعہ ثابت ہے۔ دیکھئے **دلائل النبوۃ للبیہقی**

جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے پر حد کا حکم

اور غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

- مفتی ابن اسماعیل مدنی

اعتراض:

احناف کے نزدیک جانور سے وطی کرنے پر حد نہیں ہے، اس پر اعتراض کرتے ہوئے غیر مقلدین کے محدث محمد جوناگڑھی صاحب کہتے ہیں کہ:

"وہ دراصل اسلام کے سوا کچھ اور ہی چیز ہے اور ایسی چیز ہے کہ جسے ایک شریف انسان قبول نہیں کر سکتا"۔ **(درایت محمدی: ص۹۰، ۹۸)**

بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ احناف کے نزدیک جانور سے وطی کرنا جائز ہے، اس لئے یہ کام کرنے پر احناف کے نزدیک حد نہیں ہے۔

الجواب:

وباللہ نستعین

ہم یہاں تین چیز بیان کریں گے:

(الف) احناف کی معتبر کتابوں سے ایسا کرنے کا حکم و سزا۔

(ب) اسلاف اور سعودی سلفی علماء کے نزدیک ایسا کرنے کا حکم اور اس کی سزا۔

(ج) اس بارے میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے، اس کا درجہ۔

(الف):

حنفیہ کے نزدیک جانور سے بدفعلی کرنے والے کا حکم اور اس کی سزا:

فتاویٰ حقانیہ سے ایک سوال وجواب پیش ہے:

عنوان:

حیوان سے بدفعلی کی سزا:

سوال:

اگر کوئی شخص کسی حیوان سے بدفعلی کرتے پکڑا جائے اور اس کے اس فعل بد پر گواہ بھی موجود ہوں، تو شریعتِ مقدسہ میں ایسے شخص کی کیا سزا ہے؟

الجواب:

کسی حیوان سے بدفعلی کرنا اگرچہ شرعاً حرام اور غیر فطری فعل ہے، لیکن شریعت مقدسہ میں ایسے شخص کے لئے کوئی مقرر شدہ سزا نہیں ہے، البتہ اس فعلِ بد کے مرتکب شخص کو تعزیراً سزا دی جاسکتی ہے، جو حاکمِ وقت یا قاضی کی صوابدید پر منحصر ہے، وہ جتنی مناسب سمجھے ایسے مجرم کو سزا دے سکتا ہے۔ **(فتاویٰ حقانیہ:۵/۱۷۴)**

اس فتوے سے چند چیزیں معلوم ہوئیں:

(۱) کسی حیوان سے بدفعلی شرعاً حرام ہے۔

(۲) یہ فعل غیر فطری ہے۔

(۳) ایسا شخص مجرم ہے۔

(۴) ایسا کرنے والے پر شریعت کی طرف سے مقرر کی ہوئی کوئی سزا نہیں ہے۔

(۵) حاکم وقت یا اس کا نائب، اپنی صوابدید کے مطابق مناسب سزا دے گا۔

مزید حوالہ کیلئے دیکھئے:

(فتاویٰ محمودیہ: جلد ۱۴: صفحہ ۱۱۵، فتاویٰ دار العلوم: جلد ۱۲: صفحہ ۱۳۷، ۱۴۲، ۱۴۱)

در مختار میں ہے:

(و) **لا یحد بوطء (بهیمة) بل یعزر۔**

اور جانور سے وطی کرنے پر حد نہیں آئے گی بلکہ تعزیر کی جائے گی۔ **(الدر المختار: جلد ۴: صفحہ ۲۶)**

(ب)

علماء امت کے نزدیک اس حرکت کا حکم:

اس بات پر پوری امتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ جانور سے بد فعلی کرنا حرام ہے۔

(۱) امام ابن حزمؒ (م۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: **"وَاتَّفَقُوا أَن اتیان الْبَهَائِم حرَام"** علماء کا اتفاق ہے کہ جانوروں سے وطی کرنا حرام ہے۔ **(مراتب الاجماع: صفحہ ۱۳۱)**

(۲) قاضی شوکانیؒ (م۱۲۵۰ھ) کہتے ہیں: **"وقد وقع الإجماع على تحريم إتيان البهيمة"** اور یقیناً جانور سے صحبت کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ (**الدراری المضية شرح الدرر البهية:** جلد ۲: صفحہ ۳۹۱)

(۳) فقہ اسلامی کے عنوان پر (۱۴۱۳ھ) میں 'ملک فیصل' انعام پانے والے، شیخ سید سابقؒ (م ۱۴۲۰ھ) اپنی کتاب 'فقہ السنۃ' میں لکھتے ہیں **"أجمع العلماء علی تحریم إتیان البھیمۃ"** جانور سے وطی کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے۔ **(فقہ السنۃ: جلد ۲: صفحہ ۴۳۶)**

(۴) ابن القطانؒ (م ۶۲۸ھ) علماء کے متفقہ مسائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں **'واتفقوا علی أن إتیان البھائم حرام'** علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جانوروں کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے۔ **(الاقناع فی مسائل الاجماع: ۲/ ۲۵۳، رقم ۳۶۶۳)**

(۵) **فتاویٰ الشبکۃ الاسلامیۃ** میں ہے کہ **"وقد أجمع العلماء علی تحریم إتیانھا"** جانور سے وطی کرنے کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے۔ **(فتاویٰ الشبکۃ الاسلامیۃ: جلد ۱۶: صفحہ ۶۷۹، رقم ۷۹۹۰۶)**

اس سے معلوم ہوا کہ:

(۱) جانور سے جماع کرنا بالاتفاق حرام ہے، کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں۔

(۲) غیر مقلدین کا احناف کی طرف اس کے جواز کو منسوب کرنا بہتان ہے۔

(۳) کسی غلط کام پر حد نہ آنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کام جائز ہے۔

غیر مقلدین سے سوال:

جو غیر مقلدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احناف کے نزدیک چونکہ اس کام پر حد نہیں آتی، اس لئے یہ کام احناف کے نزدیک جائز ہے، ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ:

- آپ کے نزدیک پاخانہ کھانے، خون پینے اور مردار کھانے پر حد آئے گی یا نہیں؟ اگر آپ کے نزدیک ان چیزوں پر حد نہیں آئے گی تو کیا یہ چیزیں آپ کے نزدیک جائز ہیں؟

- امام ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) کہتے ہیں کہ ان چیزوں پر حد نہیں آئے گی،[7] بتایئے آپ انہیں کیا جواب دوگے؟

- اگر آپ جانور کی شرم گاہ کو عورت کی شرم گاہ پر قیاس کرتے ہیں، تو بتایئے کہ کسی جانور کی شرم گاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

- شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جانور کی شرمگاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔[8]

- بتایئے! آپ امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد رشید امام ابن القیمؒ کے بارے میں کیا حکم لگائیں گے۔

اسلافِ امت اور سعودی علماء کے نزدیک جانور سے بدفعلی کرنے والے کی سزا:

(۱) سعودی کے بڑے علماء کی فتویٰ کمیٹی کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

---

[7] الفاظ یہ ہیں:

فَمَا كَانَ الْوَازِعُ عَنْهُ طَبِيعِيًّا وَمَا لَيْسَ فِي الطِّبَاعِ دَاعٍ إِلَيْهِ اكْتُفِيَ بِالتَّحْرِيمِ مَعَ التَّعْزِيرِ، وَلَمْ يُرَتِّبْ عَلَيْهِ حَدًّا، كَأَكْلِ الرَّجِيعِ، وَشُرْبِ الدَّمِ، وَأَكْلِ الْمَيْتَةِ.

پس جس چیز سے طبعی مانع موجود ہو، اور طبیعتوں میں اس کی طرف داعیہ نہ پایا جاتا ہو، تو اسے حرام قرار دینے اور تعزیر پر اکتفاء کیا گیا، اس پر حد نہیں مرتب کی گئی، جیسے کہ پاخانہ کھانا، خون پینا، مردار کھانا۔ **(الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی: صفحہ ۱۱۰)**

[8] الفاظ یہ ہیں:

"ولا ينتقض الوضوء۔۔۔۔۔بمس فرج البهيمة۔۔۔۔۔لأنه ليس بمنصوص ولا في معنى المنصوص"

جانور کی شرمگاہ کو چھونے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا، اسلئے کہ نہ وہ منصوص ہے، نہ منصوص کے معنیٰ میں۔

(شرح العمدة لابن تيمية، کتاب الطهارة: صفحہ ۱۳۲)

"وقوع الإنسان على بهيمة عمل قبيح، وتعدٍ لحدود الله تعالى، وخروج عن الفطرة السوية التي فطر الله الإنسان عليها ـ ـ ـ ـ ـ ويجب على من فعل ذلك التوبة والاستغفار، وعدم العود إلى ذلك في المستقبل"۔

"وإذا ثبت لدى القاضي وقوع إنسان على بهيمة فإن عليه أن يعزره بما يردعه ويزجره عن هذه الفعلة القبيحة. الخ"۔

انسان کا جانور سے جماع کرنا، گندہ کام، اللہ تعالیٰ کی حدود کو پھلانگنا اور اس معتدل فطرت سے نکلنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔۔۔۔۔ ایسے کرنے والے کو چاہیے کہ توبہ واستغفار کرے، اور آئندہ ایسا کام نہ کرے۔

اور اگر قاضی کے سامنے کسی انسان کا جانور سے جماع کرنا ثابت ہو جائے، تو اس پر ضروری ہے کہ اسے ایسی تعزیر کرے جو اسے روکے اور آئندہ ایسا کرنے سے باز رکھے۔

(فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ: جلد ۲۲: صفحہ ۷۲، رقم الفتویٰ ۲۱۲۷۹)

(۲) سعودیہ کے سابق مفتی اعظم اور عالم کبیر شیخ ابن بازؒ لکھتے ہیں:

"ويحرم وطء البهيمة ويجب تعزير من فعل ذلك إذا ثبت ذلك لدى المحكمة والتعزير يرجع فيه إلى المحكمة الشرعية، وقد ذهب جمع من أهل العلم إلى أنه يقتل، والصواب أنه يكفي في ذلك التعزير بما يراه الحاكم الشرعي؛ لأن الحديث بقتله ليس بصحيح، والله ولي التوفيق"

جانور سے وطی کرنا حرام ہے، اور ایسا کرنے والے کو تعزیر کرنا ضروری ہے، جبکہ محکمہ کے نزدیک یہ چیز ثابت ہو جائے، اور تعزیر محکمہ شرعیہ کی صوابدید کے مطابق ہوگی، اور اہل علم کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے، صحیح یہ ہے کہ اس معاملہ میں حاکم شرعی کی رائے کے مطابق تعزیر پر اکتفاء کیا جائے، اس لئے کہ اس کے قتل کرنے سے متعلق حدیث صحیح نہیں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔ **(مجموعہ فتاویٰ ابن بازؒ: جلد ۲۲: صفحہ ۴۱۰، رقم ۲۵۹)**

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ ابن بازؒ کے نزدیک ابن عباسؓ کی حدیث صحیح نہیں ہے۔[9]

(۳) سعودیہ کے مشہور فقیہ وعالم کبیر شیخ ابن عثیمینؒ لکھتے ہیں:

"القول الراجح لا يجب الغسل إذا وطأ بهيمة ما لم ينزل لقول النبي صلى الله عليه وسلم (إذا التقى الختانان فقد وجب الغسل) ومعلوم أن البهيمة ليس لها ختان فالصواب أن وطء البهيمة وإن كان بعض الناس والعياذ بالله قد قلبت طبيعتهم ويتلذذ به لكنها لا توجب شيئاً إلا أن واطيء البهيمة يعزر۔"

راجح قول یہ ہے کہ جانور سے صحبت کرنے سے غسل واجب نہیں ہو گا جب تک کہ انزال نہ ہو جائے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو گا، اور یہ معلوم ہے کہ جانور کی ختنہ کی جگہ نہیں ہوتی، پس صحیح یہ ہے کہ جانور سے وطی کرنا، اگرچہ بعض لوگ -اللہ کی پناہ- ان کی طبیعت الٹ چکی ہے اور انہیں ایسا کرنے میں لذت آتی ہے، لیکن اس پر کچھ لازم نہیں ہو گا، البتہ جانور سے صحبت کرنے والے کو تعزیر کی جائے گی۔ **(تعلیقات ابن عثیمین: جلد ۳: صفحہ ۲۰۳)**

حد تو دور کی بات شیخؒ کے نزدیک ایسا کرنے پر غسل بھی لازم نہیں ہو تا جب تک کہ انزال نہ ہو جائے۔

(۴) سلفی عالم شیخ محمد بن إبراهيم بن عبد الله التويجري، کہتے ہیں:

حكم إتيان البهيمة:

"ووطء البهيمة محرم، وهو جناية قبيحة؛ لأن الطبع السليم يأبى هذا الوطء وعقوبة هذا الوطء أن يعزَّر فاعله بما يراه الإمام رادعاً من ضربٍ، أو قتلٍ، أو سجن ونحوها"۔

جانور سے صحبت کرنے کا حکم:

---

[9] اس حدیث پر تفصیل آگے آ رہی ہے۔

جانور سے وطی کرنا حرام ہے، اور وہ قبیح جرم ہے، اس لئے کہ طبیعت سلیمہ ایسے جماع سے گھن کرتی ہے، اور اس جماع کی سزا یہ ہے کہ امام کی رائے کے مطابق ایسا کرنے والے کی پٹائی، قتل، یا قید یا اسی طرح کی کسی چیز سے تعزیر کی جائے گی، جو اسے روکنے والی ہو۔ **(موسوعۃ الفقہ الاسلامی: جلد ۵: صفحہ ۱۳۳)**

اس سے معلوم ہوا کہ:

جس حدیث میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ بطور حد نہیں بلکہ بطور تعزیر ہے، اور تعزیرا قتل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

(۵) سلفی عالم شیخ حمد الحمد لکھتے ہیں:

حكم من زنا ببهيمة:

قال: [ومن زنى ببهيمة عزر، ولا حد عليه، لأنها معصية، والمعصية فيها التعزير]، كما سيأتي إن شاء الله، فالمعصية فيها التعزير، ولا يقتل رجماً إن كان محصناً، ولا يجلد إن كان بكراً، وأما ما جاء عند الخمسة إلا النسائي أن النبي عليه الصلاة والسلام قال: (من وقع على بهيمة فاقتلوه واقتلوا البهيمة) فالحديث منكر، وقد رواه أحمد وأبو داود والترمذي والطحاوي وغيرهم، فلا يصح هذا الحديث، بل هو حديث معل.

جانور سے زنا کرنے کا حکم:

کہتے ہیں: (اور جو شخص جانور سے زنا کرے اسے تعزیر کی جائے گی، اور اس پر حد نہیں، اسلئے کہ یہ معصیت ہے، اور معصیت میں تعزیر آتی ہے) جیسا کہ ان شاء اللہ آئے گا، پس معصیت میں تعزیر ہے، اگر وہ محصن (شادی شدہ) ہے، تو اسے رجم (سنگسار) نہیں کیا جائے گا، اور اگر وہ کنوارہ ہے تو اسے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، اور رہی وہ حدیث جسے امام نسائیؒ کے سوا، چاروں نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو جانور سے جماع کرے اسے قتل کر دو، اور

جانور کو بھی قتل کر دو) تو یہ حدیث منکر ہے، اور اسے روایت کیا ہے امام احمدؒ، امام ابو داوُدؒ، امام ترمذیؒ اور امام طحاویؒ وغیرہ نے، تو یہ حدیث صحیح نہیں ہے، بلکہ اس حدیث میں علت ہے۔ **(دروس دلیل الطالب للشیخ حمد الحمد: ۱۰/۲۴)**

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ:

- یہ کام زنائے شرعی نہیں بلکہ ایک معصیت ہے، جس پر حد نہیں بلکہ تعزیر لگے گی، اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(٦) سعودی یونیورسٹی '**جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية**' کے استاذ شیخ سامی بن عبد العزیز الماجد، لکھتے ہیں:

"قد ورد حديث في قتل البهيمة الموطوءة وهو ما رواه أبو داود (4464) وغيره، "من أتى بهيمة فاقتلوه، واقتلوها معه"

"وروي عن علي -رضي الله عنه- أنه أوتي برجل أتى بهيمة فلم يحده، وأمر بالبهيمة فذبحت وأحرقت بالنار. وقد لا يثبت هذا عن علي -رضي الله عنه-.

وأما الحديث فهو ضعيف، وكيف يحتج به وقد جاء ما يعارضه وهو أثر عن ابن عباس -رضي الله عنهما- "من أتى بهيمة فلا حد عليه"، أخرجه البيهقي (234/8) وغيره، وليس المقصود فلا إثم عليه، بل هو آثم، ولكن لا حدّ عليه هذا هو المراد. ثم إن الحديث يروى من طريق ابن عباس -رضي الله عنهما-، ومذهبه -رضي الله عنه- خلاف هذا، وقد ضعف الحديث أبو داود وتوقف أحمد في حكم من أتى بهيمة ولم يثبت هذا الحديث، كما أنكره الإمام مالك، وقال ابن حجر في التلخيص: في إسناده كلام، الخ"

ایسا جانور جس سے وطی کی گئی اسکے قتل کرنے کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے، جسے امام ابو داوُدؒ (۴۴۶۴) اور دوسرے محدثین نے نقل کیا ہے کہ جو جانور کے ساتھ صحبت کرے اسے قتل کر دو اور اس جانور کو بھی اس کے ساتھ قتل کر دو، جبکہ حضرت علیؓ سے روایت کیا گیا کہ ان کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے جانور سے وطی کی تھی تو انہوں نے اسے حد نہیں لگائی، اور جانور کے بارے میں حکم دیا تو اسے ذبح کر کے جلا دیا گیا، ہو سکتا ہے یہ حضرت علیؓ سے ثابت نہ ہو۔

اور (مذکورہ بالا ابن عباسؓ کی) حدیث ضعیف ہے، اور اس سے کیسے احتجاج کیا جاسکتا ہے، جبکہ اس کے معارض ابن عباسؓ کا اثر موجود ہے کہ جو بہیمہ سے وطی کرے اس پر حد نہیں، جسے امام بیہقیؒ (جلد ۸: صفحہ ۱۳۴) اور دوسروں نے روایت کیا ہے، اور مقصود یہ نہیں ہے کہ اس شخص پر کوئی گناہ نہیں، بلکہ وہ گناہگار ہے لیکن اس پر حد نہیں، یہ مراد ہے۔

پھر یہ حدیث ابن عباسؓ کے طریق سے مروی ہے، جبکہ ان کا مذہب اس کے خلاف ہے، اور امام ابو داؤد نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے، اور امام احمدؒ نے، جو شخص جانور سے وطی کرے، اس کے حکم کے بارے میں توقف کیا ہے، اور اس حدیث کو ثابت نہیں مانا ہے، جیسا کہ امام مالکؒ نے اس کا انکار کیا ہے، اور ابن حجرؒ تلخیص فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد میں کلام ہے۔ الخ۔۔ **(فتاویٰ واستشارات الاسلام الیوم: جلد ۵: صفحہ ۳۶)**

اس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

- ایسا کرنے والا گناہ گار ضرور ہے، مگر اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔
- ابن عباسؓ کی روایت ضعیف ہے۔
- ابن عباسؓ کا مذہب انکی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے شیخ نے ان کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کرنے سے انکار کیا ہے۔ **(وکیف یحتج بہ وقد جاء مایعارضہ وھو أثر عن ابن عباس)**

  یعنی جب راوی حدیث کا مذہب، خود اپنی روایت کردہ حدیث کے معارض ہو تو اس کی روایت کردہ حدیث سے اس مسئلہ پر استدلال درست نہیں ہوتا۔

- اسی وجہ سے امام احمدؒ نے اس حدیث سے استدلال کرنے میں توقف فرمایا ہے۔[10]

---

[10] یہی بات طلقاتِ ثلاثہ فی مجلس واحد کے بارے میں، ابن عباسؓ کی روایت کے بارے میں کہی جاتی ہے، خود امام احمد نے بھی یہی بات، طلقاتِ ثلاثہ والی ابن عباسؓ کی روایت کے بارے میں کہی ہے۔

(٧) مملکت عربیہ سعودیہ کے پہلے مفتی مملکۃ، رئیس القضاۃ شیخ محمد بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں:

”هذا من كبائر الذنوب وعظائم الجرائم، ويعزر فاعله ذلك تعزيراً أبليغاً، هذا المذهب وعليه جماهير الأصحاب. قال في (الفروع): نقله واختاره الأكثر، وروي ذلك عن ابن عباس والشعبي والثوري والنخعي والحكم ومالك وأصحاب الرأي، وهو قول الشافعي. الخ“

یہ کبیرہ گناہوں اور بڑے جرائم میں سے ہے، ایسا کرنے والے کو سخت تعزیر لگائی جائے گی، یہی مذہب ہے، اسی پر جماہیر علماء حنابلہ ہیں، فروع میں کہتے ہیں: اسے نقل کیا، اور اکثر نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور یہی نقل کیا گیا ہے، ابن عباسؓ، شعبیؒ، ثوریؒ، نخعی، حکم، مالک، اور اصحاب الرأی سے اور یہی امام شافعیؒ کا قول ہے۔ الخ

(فتاوى ورسائل سماحة الشيخ محمد بن إبراهيم بن عبد اللطيف آل الشيخ: ج ١٢: ص ٤١)

(٨) نجد کے بڑے بڑے علماء لکھتے ہیں:

”وأما من أتى بهيمة فهو يعزر ويبالغ في تعزيره، ولا حد عليه“ اور جو شخص چوپائے سے وطی کرے اسے سخت تعزیر کی جائے گی، اس پر حد نہیں۔ **(الدرر السنية فی الاجوبة النجدية : ٧ /٤٣٥)**

(٩) غیر مقلدین کے محدث شہیر شیخ عبد الرحمن مبارکپوریؒ لکھتے ہیں:

(فاقتلوه) قال القارىء أَيْ فَاضْرِبُوهُ ضَرْبًا شَدِيدًا أَوْ أَرَادَ بِهِ وَعِيدًا أَوْ تَهْدِيدًا۔۔۔۔۔ وَفِي شَرْحِ الْمُظْهِرِ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ فِي أَظْهَرِ قَوْلَيْهِ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَحْمَدُ إِنَّهُ يُعَزَّرُ۔

قَوْلُهُ (وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ) أَيْ عَمَلُهُمْ عَلَى حَدِيثِ عَاصِمٍ الْمَوْقُوفِ يَعْنِي أَنَّهُمْ قَالُوا بِأَنَّهُ لَا حَدَّ عَلَى مَنْ أَتَى الْبَهِيمَةَ (وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ)

قَالَ الْخَطَّابِيُّ وَأَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ عَلَى أَنَّهُ يُعَزَّرُ وَكَذَلِكَ قَالَ عَطَاءٌ وَالنَّخَعِيُّ وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَالثَّوْرِيُّ وَأَحْمَدُ وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ انْتَهَى

(پس اسے قتل کر دو) ملّا علی قاریؒ کہتے ہیں: یعنی اس کی سخت پٹائی کی جائے، یا اس سے مراد وعید اور دھمکی ہے۔

شرح المظھر میں ہے: امام مالکؒ، امام شافعیؒ اپنے دو قولوں میں سے زیادہ ظاھر قول میں، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس شخص کو تعزیر کی جائے گی۔

امام ترمذیؒ کا قول: اہل علم کے نزدیک عمل اس پر ہے، یعنی ان کا عمل حضرت عاصمؒ کی موقوف حدیث پر ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ جو شخص جانور سے جماع کرے اسے حد نہیں لگائی جائیگی یہی امام احمدؒ و امام اسحاقؒ کا قول ہے۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر فقہاء اس پر ہیں کہ اس شخص کو تعزیر کی جائیگی، اسی طرح عطاءؒ اور نخعیؒ کہتے ہیں، یہی امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام احمدؒ اور اصحاب الرأی کہتے ہیں، اور یہی امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک ہے، امام خطابیؒ کی بات پوری ہوئی۔ **(تحفۃ الاحوذی: جلد ۵: صفحہ ۱۷)**

شیخ مبا کپوریؒ کے اس بیان سے کئی چیزیں معلوم ہوئیں:

- ایسا کرنے والے کو قتل کر دیا جائے، یہ جو حدیث ہے اس سے مراد سخت پٹائی ہے، یا دھمکی ہے۔
- اس کی تائید اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے فتوے سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ آپؓ نے فرمایا اس شخص پر حد نہیں۔
- اور اس اکثر علماء کا عمل اسی پر ہے۔

(۱۰) مشہور غیر مقلد عالم و محدث شیخ شرف الحق عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں:

قَالَ فِي اللُّمَعَاتِ ذَهَبَ الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعُ إِلَى أَنَّ مَنْ أَتَى بَهِيمَةً يُعَزَّرُ وَلَا يُقْتَلُ وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى الزَّجْرِ وَالتَّشْدِيدِ انْتَهَى۔

لمعات میں کہتے ہیں ائمہ اربعہ اس طرف گئے ہیں کہ جو شخص جانور سے وطی کرے اسے تعزیر کی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا، اور حدیث زجر اور تشدید (سختی کرنے) پر محمول ہے۔ **(عون المعبود: جلد ۱۲: صفحہ ۱۰۲)**

اس سے معلوم ہوا کہ:

ایسا کرنے والے کو تعزیر کی جائے گی، قتل نہیں کیا جائے گا، اور حدیث جھنجھوڑنے اور سختی کرنے پر محمول ہے۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا دس حوالوں سے معلوم ہوا کہ اسلاف سے لے کر سعودی سلفی علماء اور ائمہ اربعہ سے لے کر خود غیر مقلدین کے علماء و محدثین تک، اکثر کا مذہب یہی ہے کہ ایسا کرنے والے پر حد نہیں آئے گی، بلکہ اسے تعزیر کی جائے گی۔

مگر ان سب کے باوجود ہدف تنقید و **استہزاء** [مزاق] صرف اور صرف علماء احناف ہیں۔

(ج)

اولاً اس حدیث پر علماء کے کلام کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ اگلی بات سمجھنے میں آسانی ہو:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی حدیث "**من وقع علی بهيمة فاقتلوه**" جو جانور سے جماع کرے اسے قتل کر دو۔ **(سنن کبری للبیہقی: ج۸: ص۴۰۶)**

اس پر محدثین کا کلام:

(۱) یہ جان لیجئے کہ خود حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ہی سے اس کے معارض بھی ایک اثر موقوف منقول ہے کہ:

"من وقع علی بهيمة فلا حد عليه" جو جانور سے جماع کرے اس پر حد نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۲۹۰۹۵، اس کے تمام رجال ثقہ ہیں)

(۲) بعض محدثین نے عبد اللہ بن عباسؓ کی پہلی حدیث کو صحیح کہا ہے، جن میں امام بیہقیؒ، شیخ البانیؒ وغیرہ علماء ہیں۔

(۳) اور بعض محدثین نے حضرت ابن عباسؓ کی پہلی حدیث کو ضعیف قرار دیا۔

ضعیف قرار دینے کی دو وجہ ہے:

(الف) سند کے ضعیف ہونے، اور متابعات کے شدید الضعف ہونے کی وجہ سے۔

(ب) اس کے معارض دوسری حدیث کی وجہ سے۔

ان کا کہنا ہے کہ اگر ابن عباسؓ کے پاس حدیث ہوتی تو وہ اس کے خلاف فتویٰ نہ دیتے۔

(۴) بعض علماء نے دونوں پر عمل کیا کہ:

اس طرح کہ یہ حدیث زجر و تہدید اور تعزیر پر محمول ہے، اس لئے کہ تعزیراً قتل کرنے کی بھی گنجائش ہے، آج سعودی عرب میں نشہ آور چیز لے جانے پر قتل کی سزا ہے، آخر یہ تعزیر ہی تو ہے، حد شرعی تو نہیں۔

آگے تفصیل درج ہے:

ابن عباسؓ کی حدیث **"من وقع علی بھیمہ فاقتلوہ"** کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے طویل کلام امام بیہقیؒ نے کیا ہے، چونکہ امام شافعیؒ کا ایک قول یہی ہے۔

اس کے بعد امام شوکانیؒ، شیخ شرف الحق عظیم آبادیؒ، اور شیخ البانیؒ نے ان کی "تقلید" کی ہے۔

امام بیہقیؒ کے کلام کا خلاصہ اور اس کا جواب:

اس حدیث کی سند اور اس کے شواھد و متابعات کی تفصیل:

ابن عباسؓ سے اس حدیث کو عکرمہؒ نے روایت کیا ہے، اور عکرمہؒ سے تین لوگوں نے روایت کیا ہے:

(۱) عمرو بن ابی عمروؒ۔

(۲) داؤد بن الحصینؒ۔

(۳)　عباد بن منصورؒ۔(**سنن کبری للبیہقی:ج۸:ص۴۰۶-۴۰۷**)

ان تینوں کی تفصیل:

اولاً:

عمرو بن ابی عمرو میسرةؒ:

امام احمدؒ، امام ابو زرعہؒ، امام ابو حاتمؒ، امام عجلیؒ، امام ابن عدیؒ وغیرہ کی ان کی توثیق کی ہے۔ امام ابن معینؒ، امام ابو داوٗدؒ، امام نسائیؒ، امام عثمان الدارمیؒ، امام طحاویؒ وغیرہ نے ان کی تضعیف کی ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں: **ثقة ، ربما وهم۔** ثقہ ہیں، البتہ بعض مرتبہ انہیں وہم ہوتا ہے۔(**تقریب:۵۰۸۳**)

امام ذہبیؒ کہتے ہیں: صدوق ہیں، ان کی روایت صحاح ستہ میں ہے۔ البتہ مذکورہ بالا روایت کو ان کی منکرات میں سے شمار کیا گیا ہے:

امام عجلیؒ فرماتے ہیں "**ينكر عليه حديث البهيمة**" حدیث بہیمہ (یعنی مذکورہ روایت) انکی منکر روایت ہے۔ یہی بات ابن معینؒ نے بھی کی۔ امام بخاریؒ اسی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: پتہ نہیں انہوں نے عکرمہؒ سے یہ روایت سنی یا نہیں۔ امام ابو داوٗدؒ نے بھی اسی حدیث کی وجہ سے ان پر کلام کیا۔ "**قال أبو داود: ليس هذا بالقوي**" یہ قوی نہیں ہے۔ (**سنن ابی داوٗد، حدیث نمبر: ۴۴۶۴**)

اور ایک مقام پر کہتے ہیں کہ: عاصمؒ کی حدیث (ایسا کرنے والے پر حد نہیں)، عمروؒ کی حدیث (ایسا کرنے والے پر حد ہے) کی تضعیف کرتی ہے۔ (**سنن ابی داوٗد: حدیث نمبر:۴۴۶۵**) امام ترمذیؒ بھی اس روایت کو مرجوح قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "**وهذا أصح من الحديث الأول**" یہ حدیث (حد نہیں ہے) پہلی حدیث (حد ہے) سے زیادہ صحیح ہے۔(**سنن ترمذی: حدیث نمبر ۱۴۵۵**)

اقوال کے لئے دیکھئے (**تہذیب الکمال: جلد ۲۲: صفحہ ۱۶۸، رقم ۴۴۱۸، اکمال تھذیب الکمال: جلد ۱۰: صفحہ ۲۳۶، رقم ۴۱۴۸، میزان الاعتدال: جلد ۳: صفحہ ۲۸۲، ۶۴۱۴**)

خلاصہ:

اس سے معلوم ہوا کہ عمرو بن ابی عمروؒ ثقہ و صدوق ہیں، مگر محدثین کے نزدیک ان کی یہ روایت منکر ہے۔

ایک اہم نکتہ ملاحظہ فرمائیں:

شیخ البانیؒ، وسیلہ کے سلسلہ میں ایک روایت پر کلام کرتے ہوئے، ابن عدیؒ کے کلام:

"شبیب کے پاس یونس کا نسخہ تھا۔۔ شبیب جب حفظ سے روایت بیان کرتے تو ان سے غلطی ہو جاتی، مگر جب احمد بن شبیبؒ اپنے والد سے اور شبیبؒ، اپنے استاد یونس بن یزیدؒ سے روایت کرتے ہیں، تو بہترین حدیث بیان کرتے ہیں" سے استدلال کرتے ہوئے، کہتے کہ:

"شبیبؒ جو اگرچہ صحیح بخاری کے راوی ہیں، مگر ان کی روایت اسی وقت صحیح مانی جائے گی جبکہ ان کے استاد یونس بن یزیدؒ اور شاگرد ان کے بیٹے احمد بن شبیب ہوں"۔

اور پھر ابن حجرؒ کے حوالہ سے کہا کہ امام بخاریؒ نے ان کی وہی روایت لی ہے، جو یونس بن یزیدؒ سے مروی ہے۔

ذكره ابن عدي في "كامله" فقال.. له نسخة عن يونس بن يزيد مستقيمة،...... ...قال ابن عدي: كان شبيب لعله يغلط ويهم إذ حدث من حفظه، وأرجو أنه لا يتعمد، فإذا حدث عنه ابنه أحمد بأحاديث يونس فكأنه يونس آخر. يعني يجوّد".

فهذا الكلام يفيد أن شبيباً هذا لا بأس بحديثه بشرطين اثنين: الأول: ان يكون من رواية ابنه أحمد عنه، والثاني: أن يكون من رواية شبيب عن يونس، والسبب في ذلك أنه كان عنده كتب يونس بن يزيد، ...ويؤيده أن الحافظ نفسه أشار لهذا القيد، فإنه أورد شبيباً هذا في من طعن فيه من رجال البخاري من "مقدمة فتح الباري: ص 133" ثم دفع الطعن عنه

- بعد أن ذكر من وثقه وقول ابن عدي فيه - بقوله: "قلت: أخرج البخاري من رواية ابنه عنه عن يونس أحاديث، ولم يخرج من روايته عن غير يونس، ولا من رواية ابن وهب عنه شيئاً. فقد أشار رحمه الله بهذا الكلام إلى أن الطعن قائم في شبيب إذا كانت روايته عن غير يونس، ولو من رواية ابنه أحمد عنه، وهذا هو الصواب كما بينته آنفاً۔ (التوسل انواعہ واحکامہ: صفحہ ۸۵)

یعنی یہاں شیخ البانیؒ نے استاد و شاگرد کے مجموعہ کا لحاظ رکھا کہ ان کی روایت اس طرح ہو تو ہی معتبر مانی جائے گی اور بتایا کہ امام بخاریؒ نے شبیبؒ روایت لی ہے تو اسی طرح ورنہ نہیں۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ شیخ البانیؒ لکھتے ہیں:

یحییٰ بن سلیم پر کلام ہے، اور ان کی روایت کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت معتبر مانی جائے گی جبکہ ان کے شاگرد حمیدی ہوں، اور یہاں پر چونکہ ان کے شاگرد حمیدی نہیں ہیں اس لئے یہ روایت ضعیف ہے، اگرچہ اسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

یعنی یہاں شیخ نے استاد اور شاگرد کے مجموعہ کا لحاظ رکھا، اور اس کے نہ پائے جانے پر، صحیح بخاری میں ہونے کے باوجود، اس روایت کی تضعیف کر دی۔

قلت وهذا الحديث مع إخراج البخاري إياه في صحيحه فالقلب لم يطمئن لصحته، ذلك لأن مدار إسناده على يحيى بن سليم وهو الطائفي وقد اختلفت أقوال أئمة الجرح والتعديل فيه فوثقه ابن معين وابن سعد والعجلي، وقال النسائي: «ليس به بأس، وهو منكر الحديث عن عبيد الله بن عمر». ------

وقال البخاري ما حدث الحميدي عن يحيى بن سليم فهو صحيح.

قلت ومن هذه النقول يتلخص أن الرجل ثقة في نفسه ولكنه ضعيف في حفظه وخصوصا في روايته عن عبيد الله بن عمر، يستثنى من ذلك ما روى الحميدي عنه فإنه

صحيح، وهذا الحديث ليس من روايته عنه لا عند البخاري ولا عند غيره ممن ذكرنا من مخرجيه فلا أدري وجه إخراج البخاري له، فإن مفهوم قول البخاري المذكور أنه ما حدث غير الحميدي عنه فهو غير صحيح.

وأما القول بأن من روى له البخاري فقد جاوز القنطرة فهو مما لا يلتفت إليه أهل التحقيق كأمثال الحافظ العسقلاني ومن له اطلاع لا بأس به على كتابه التقريب يعلم صدق مانقول.

والثاني: هب أن التحقيق المذكور سالم من النقد فالإشكال لا يزال واردا بالنسبة للبخاري إلا أن يقال: إن قوله: ما حدث الحميدي عن يحيى بن سليم فهو صحيح مما لا مفهوم له وهذا بعيد كما ترى. والله أعلم.

وخلاصة القول: أن هذا الإسناد ضعيف وأحسن أحواله أن يحتمل التحسين وأما التصحيح فهيهات۔ (ارواء الغلیل: جلد ۵ : صفحہ ۳۱۰)

شیخ البانیؒ نے ارواء الغلیل میں صحیح بخاری کی سند کی تضعیف تو کی البتہ حدیث کو "محتمل التحسين " کہاہے، مگر سلسلہ ضعیفہ میں اس حدیث کی بھی صاف تضعیف کر دی۔ دیکھیے: (سلسلہ ضعیفہ: جلد ۱۴، صفحہ ۵۸۹، رقم ۶۷۶۳)

مگر ابن عباسؓ کی بہیمہ والی مذکورہ بالا حدیث (من وقع على بهيمه فاقتلوه) جس کے بارے میں محدثین نے عمروؒ کی منکر روایت ہونے کی تصریح کی ہے، جیسا کہ امام ابن معینؒ، امام عجلیؒ سے اوپر نقل کیا گیا۔

امام ابو داؤد نے اس حدیث کو ضعیف کہا۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو مرجوح قرار دیا۔

امام بخاریؒ نے شک کا اظہار کیا کہ پتہ نہیں عمروؒ نے عکرمہؒ سے اس روایت کو سنا یا نہیں۔

امام ابن حجرؒ نے تصریح کی کہ امام بخاریؒ نے عمروؒ کی عکرمہؒ سے روایت کی گئی کوئی حدیث، بخاری میں نہیں لی ہے۔[11]

مگر شیخ البانیؒ نے ان سب چیزوں کو نظر انداز کر دیا، اور امام ذہبیؒ کا قول" **صدوق، حديثه مخرج فی الصحيحين فی الأصول**" عمرو صدوق ہیں، ان کی حدیث صحیحین میں اصول میں لی گئی ہے، نقل کرکے یہ استدلال کرلیا کہ عمروؒ، عاصم بن بہدلہؒ سے افضل ہیں، اور آگے بڑھ گئے۔

حالانکہ عمرو بن ابی عمروؒ کی عکرمہؒ سے روایت نہ بخاری کی شرط پر ہے نہ مسلم کی، بلکہ امام ابو داؤدؒ وامام ترمذیؒ نے بھی اس پر کلام کیا ہے، مگر شیخؒ ان ساری چیزوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے خاموشی سے گزر گئے، اللہ شیخ کی مغفرت کرے۔ آمین

ثانیاً:

داؤد بن الحصینؒ۔

ان کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے چار موقف ہیں:

(۱) ابن معینؒ، نسائی، ابن سعدؒ، عجلیؒ، احمد بن صالحؒ، ابن عدیؒ نے توثیق کی ہے۔

(۲) بن عیینہؒ، ابوزرعہؒ، ابوحاتمؒ، ساجیؒ، جوزجانیؒ، عبد الرحمن بن الحکمؒ، معیطیؒ، ابن حبانؒ نے تضعیف کی ہے۔

(۳) بعض محدثین کہتے ہیں کہ خاص عکرمہؒ سے ان کی روایت منکر ہے۔

---

[11] **الفاظ یہ ہیں:**

قلت لم يخرج لهُ البُخَارِيّ من رِوَايَته عَن عِكْرِمَة شَيْئا۔ میں کہتا ہوں، عکرمہؒ سے روایت کردہ ان کی کوئی حدیث، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں نہیں لی ہے۔ (**فتح الباری: جلد ا: صفحہ ۴۳۲**)

ابن المدینیؒ کہتے ہیں "**ماروی عن عکرمہ فمنکر الحدیث**" عکرمہ سے جو روایت کریں وہ منکر الحدیث ہے۔

امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: "**احادیثہ عن عکرمہ مناکیر، و احادیثہ عن شیوخہ مستقیمۃ**" یعنی عکرمہؒ سے ان حدیثیں منکر ہیں، جبکہ دوسرے شیوخ سے ٹھیک ہیں۔

امام ابو داؤدؒ کے جملہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے عکرمہؒ اور دوسرے شیوخ سے ان کی روایت کردہ حدیثوں کی تحقیق کے بعد یہ حکم لگایا ہے۔

(۴) بعض لوگوں نے ایک چوتھی بات کہی ہے کہ ابن عدیؒ کہتے ہیں:

صالح الحدیث، إذا روی عنہ ثقۃ فھو صالح الروایۃ إلا أن یروی عنہ ضعیف فیکون البلاء منہ مثل ابن أبی حبیبۃ، و إبراھیم بن أبی یحیی۔

(داؤد بن حصین) صالح الحدیث ہیں، جب ان سے کوئی ثقہ راوی روایت کرے تو یہ صالح الروایۃ ہیں، مگر یہ کہ ان سے کوئی ضعیف راوی روایت کرے جیسے ابن ابی حبیبہؒ، ابراہیم بن ابی حبیبہؒ تو بلاء (ضعف) اس راوی کی وجہ سے ہو گا۔

حالانکہ یہ چوتھا قول نہیں ہے بلکہ ابن عدیؒ نے ان کی تضعیف کرنے والوں کو جواب دیا کہ ان کی روایتوں میں جو ضعف آیا ہے، وہ ان سے روایت کرنے والوں کی وجہ سے ہے، خود ان کی وجہ سے نہیں۔

مگر یہ ابن عدیؒ کا اپنا فیصلہ ہے، جس سے اتفاق کرنے کی صورت میں ان علماء کے اقوال کو نظر انداز کرنا لازم آتا ہے، جنہوں نے داؤد بن حصین کی مطلقاً تضعیف کی ہے، جن میں سے بعض نے سخت جرح کی ہے، جیسے ساجیؒ کہتے ہیں: منکر الحدیث، ابو حاتمؒ کہتے ہیں: اگر ان سے امام مالکؒ نے روایت نہیں لی ہوتی تو ان کی روایت چھوڑ دی جاتی، ابن عیینہؒ کہتے ہیں ہم ان کی حدیث سے بچتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کی مطلق توثیق کا حکم یکطرفہ ہے۔

اعدل اقوال [سب سے بہتر قول] تیسرا ہے کہ داؤد بن حصین ثقہ ہیں، مگر عکرمہؒ سے روایت کرنے میں ثقہ نہیں۔
اسی قول کو ابن حجرؒ نے تقریب میں اختیار کیا ہے۔ **(التقریب:۱۷۷۹)**

اور امام بخاریؒ اور امام مسلم کے طرزِ عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، کہ انہوں نے داؤد بن الحصینؒ کی روایت تو لی ہے، مگر عکرمہؒ کے طریق سے نہیں۔

یہی بات کئی سلفی علماء نے کہی ہے، جیسے

(۱) خود شیخ البانیؒ دوسری جگہ کہتے ہیں:

قلت: داود هذا مختلف فيه, فوثقه طائفة, وضعفه آخرون, وتوسط بعضهم فوثقه إلا في عكرمة, فقال أبو داود: "أحاديثه عن عكرمة مناكير, وأحاديثه عن شيوخه مستقيمة".

وهذا هو الذى اعتمده الحافظ فى "التقريب". فقال: "ثقة إلا فى عكرمة".

قال ابن رجب: "وإبراهيم ضعفه جماعة، وروايات داود عن عكرمة مناكير".

میں کہتا ہوں: داؤد کے بارے میں اختلاف ہے، ایک گروہ نے ان کی توثیق کی ہے، اور دوسروں نے ان کی تضعیف کی ہے، اور درمیانی راستہ اپنایا ہے، پس عکرمہ کے علاوہ میں ان کی توثیق کی ہے، امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں، ان عکرمہ سے روایتیں منکر ہیں، اور باقی شیوخ سے ٹھیک ہیں، اسی پر حافظؒ نے تقریب میں اعتماد کیا ہے، پس وہ کہتے ہیں: ثقہ ہے مگر عکرمہ میں۔

ابن رجبؒ کہتے ہیں: ابراہیم (ابن ابی حبیبہ) کی ایک جماعت نے تضعیف کی ہے، اور داؤد کی عکرمہ سے روایتیں منکر ہیں۔ **(سلسلہ احادیث صحیحہ: جلد ۱: صفحہ ۵۰۰)**

(۲) شیخ عبد العزیز الطریفی کہتے ہیں:

"وقيل في رواية داود عن عكرمة منكرة، قاله ابن المديني وأبوداود"۔ (التحجيل:ص۱۸)

(۳) شیخ زکریا بن غلام قادر لکھتے ہیں:

"ورواية داود بن الحصين عن عكرمة فيها مقال" داؤد بن حصین کی عکرمہ سے روایت میں کلام ہے۔
(ماصح من آثار الصحابة في الفقه: جلد ۲: صفحہ ۷۶۲)

اور **بہیمہ** والی اس روایت میں داؤد بن حصین، عکرمہؒ سے روایت کر رہے ہیں، لہذا اس روایت میں وہ ثقہ نہیں۔

ایک اہم نکتہ:

بعض غیر مقلدین نے ابن عدیؒ کے اس قول کو مضبوطی سے تھام لیا ہے، اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ **"طلقات ثلاثه في مجلس واحد"** کے مسئلہ میں ایک روایت اسی طریق سے آئی ہے، جو ان حضرات کی مستدل ہے، اب اگر یہ حضرات، ابن حجرؒ وغیرہ کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں تو ان کو اپنے مستدل سے ہاتھ دھونا پڑے گا، اس وجہ سے مجبوراً انہیں ابن عدیؒ کے قول کا سہارا لینا پڑتا ہے، ورنہ جارحین کے قول کو مطلقاً نظر انداز کرنا قابلِ تعجب ہے۔ واللہ اعلم۔

اور کچھ لوگوں نے ابن المدینیؒ اور امام ابو داؤدؒ کے اقوال کو رد کرنے کیلئے عجیب وغریب حیلے بہانے تراشے ہیں، جیسے:

(۱) نکارت اس وقت ہوتی ہے جبکہ ان سے روایت کرنے والا ضعیف ہو۔

جواب:

کیا ابن المدینیؒ کو یہ نہیں سمجھتا تھا کہ غلطی خود ان سے ہوئی یا ان سے روایت کرنے والے ضعیف راوی سے؟
اگر بالفرض ابن المدینیؒ کو یہ غلط فہمی ہوئی تھی تو ان باقی جارحین کا کیا جنہوں نے مطلقاً ان کی تضعیف کی ہے؟

(۲) یہاں نکارت سے مراد تفرد ہے۔

جواب:

"یزید بن **خصیفه**ؒ" سے متعلق امام احمدؒ کے کلام "منکر الحدیث" میں، تفرد والی یہ بات یاد نہیں آئی؟

اصل میں اس دوغلے پالیسی کی وجہ یہ ہے کہ:

ابن خصیفہؒ سے ۲۰ ر رکعات تراویح کی روایت منقول ہے، اس لئے ان کے بارے میں تمام محدثین کے خلاف صرف امام احمدؒ کے قول "منکر الحدیث" کو تضعیف کے معنیٰ میں لے کر اس روایت کی تضعیف کر دی۔

اور داؤد بن الحصین سے ایک روایت "طلاقات ثلاثہ" کے ایک ہونے کی منقول ہے، اسلئے ان کے بارے جمہور محدثین کے قول "**ماروی عن عکرمه فمنکر**" کو تفرد کے معنیٰ میں لے کر ان کی حدیث کی تصحیح کر دی۔

یہ ہے غیر مقلدین کے موجودہ محقق، کفایت اللہ سنابلی صاحب کی علمی دیانت داری۔

(۳) کچھ ماہرین نے ان کی روایت کی تصحیح کی ہے۔

جواب:

ان **مصححین** کے مقابلہ میں مضعفین، جن کی کثرت ہے، ان کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا؟

(۴) ابن المدینیؒ سمجھتے تھے کہ:

"امام مالکؒ نے، داؤد بن الحصینؒ کی وہ حدیث نہیں لی ہے، جو انہوں نے عکرمہؒ سے روایت کی ہے، بلکہ صرف وہی حدیث لی ہے، جو انہوں نے عکرمہؒ کے علاوہ، کسی اور محدث سے نقل کی ہے"

ابن المدینیؒ، امام مالکؒ کے بارے میں ایسا سمجھتے تھے، اسلئے ابن المدینیؒ نے کہہ دیا کہ: "**ماروی عن عکرمه فمنكر الحديث**"، کہ داؤد بن الحصینؒ، عکرمہؒ سے جو روایت کریں وہ منکر ہے۔

اور امام ابو داؤد نے یہی بات "**ما رویٰ عن عکرمه فمنكر**" داؤد بن الحصینؒ، عکرمہ سے جو روایت کریں، وہ منکر ہے، امام ابو داؤدؒ نے یہ بات، اپنے استاد ابن المدینیؒ سے متاثر ہو کر کہہ دی۔

حالانکہ ابن المدینیؒ سے غلطی ہوئی تھی، اسلئے کہ امام مالکؒ نے داؤد بن الحصینؒ کی اُس حدیث کو اپنی کتاب مؤطا میں نقل کیا ہے، جو حدیث داؤد بن الحصینؒ نے، عکرمہؒ سے روایت کی ہے، معلوم ہوا ابن المدینیؒ سے امام مالکؒ کے بارے میں غلطی ہوئی، لہذا ابن المدینیؒ کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ "**ماروی عن عکرمه فمنكر الحديث**" اور جب ابن المدینیؒ کا قول صحیح نہیں تو ان کے شاگرد ابو داؤدؒ کا قول بھی صحیح نہیں۔

یہ دور کی کوڑی غیر مقلدین کے موجودہ محقق کفایت اللہ سنابلی صاحب لائے ہیں۔

جواب:

کفایت اللہ صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں امام ابن المدینیؒ کو اس راوی کے بارے میں خود تحقیق نہیں تھی، انہوں نے امام مالکؒ کے آدھے ادھورے طرز عمل کو دیکھ کر، اور امام مالکؒ کی اندھی تقلید میں ایسا کہہ دیا، اور امام ابو داؤد نے اپنے استاد علی ابن المدینیؒ کی اندھی تقلید میں ایسا کہہ دیا، خود ان کی اپنی کوئی تحقیق نہیں تھی۔

یعنی ان صاحب نے یہ مان لیا امام ابو داؤدؒ اور امام ابن المدینیؒ بغیر تحقیق کئے، اپنے استاد سے متاثر ہو کر راویوں پر کلام کر دیا کرتے تھے۔ **لاحول ولاقوة إلا بالله**

یہ کلام اتنا بودا ہے کہ ہم اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

ابن عباسؓ کی اس حدیث بہیمہ کو، داؤد بن حصینؒ سے ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ اشہلیؒ روایت کرتے ہیں۔

جن کے بارے خود شیخ البانیؒ کہتے ہیں:

وإبراهيم هذا ضعفه الجمهور من قبل حفظه حتى قال البخاري وأبو حاتم فيه: "منكر الحديث"، والترمذي مع تساهله المعروف، لما روى له حديثين قال عقب كل منهما: "يضعف في الحديث".

اس ابراہیم کی جمہور نے ان کے حافظہ کی وجہ سے ان کی تضعیف کی ہے، یہاں تک کہ بخاری اور ابو حاتم نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے، اور امام ترمذیؒ نے، اپنے معروف تساہل کے باوجود جب ان کی دو حدیثیں نقل کی تو ان دونوں کے بعد کہا کہ حدیث میں انکی تضعیف کی جاتی ہے۔ **(تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة: ص۴۰۳، رقم ۱۵۸۷)**

اسی طرح امام دار قطنی نے انہیں متروک کہا ہے۔ **معلوم یہ سند سخت ضعیف ہے۔**

ثالثاً:

عباد بن منصور عن عکرمہ:

اس بارے میں ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں، خود شیخ البانیؒ دوسری جگہ اس سند کے بارے میں کہتے ہیں: **''وجملة القول أن حديث ابن عباس هذا لا يصلح شاهداً لحديث الترجمة لشدة ضعف إسناده''**

خلاصہ کلام یہ کہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث، سخت ضعیف السند ہونے کی وجہ سے، اس حدیث کیلئے شاہد نہیں بن سکتی جس پر بات چل رہی ہے۔ **(صحیحہ: ج ۲: ص ۲۲۵)**

یہ بات شیخ مقبل الوادعیؒ نے بھی کہی ہے دیکھئے **(نشر الصحيفة: صفحہ ۲۷۵)**

خلاصہ کلام یہ کہ:

ابن عباسؓ کی حدیث **''من اتی البهيمة فاقتلوه''** کو بہت سے محدثین نے ضعیف کہا ہے۔

اور بعض محدثین نے اس حدیث کو، عمرو ابن ابی عمروؒ کی منکر روایتوں میں شمار کیا ہے۔ اور داؤد بن الحصینؒ اور عباد بن منصورؒ کے ذریعہ جو عمرو بن ابی عمروؒ کی متابعات پیش کی گئی ہیں وہ دونوں متابعات سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے متابع اور شاہد بننے کے لائق نہیں۔

معلوم ہوا ابن عباسؓ کی مذکورہ روایت ضعیف ہے۔

جبکہ اس کے معارض، انہیں کی روایت جو عاصم بن بہدلہؒ کے طریق سے منقول ہے، وہ بالاتفاق صحیح ہے، جس کی رو سے ایسا کرنے والے پر حد نہیں آئے گی۔

لہذا اسی پر عمل کیا جائے گا، اور امت کے اکثر علماء کا عمل بھی اسی پر ہے۔

اور غیر مقلدین کا اعتراض، ان کی کم علمی اور احناف سے بغض و دشمنی کی بناء پر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم